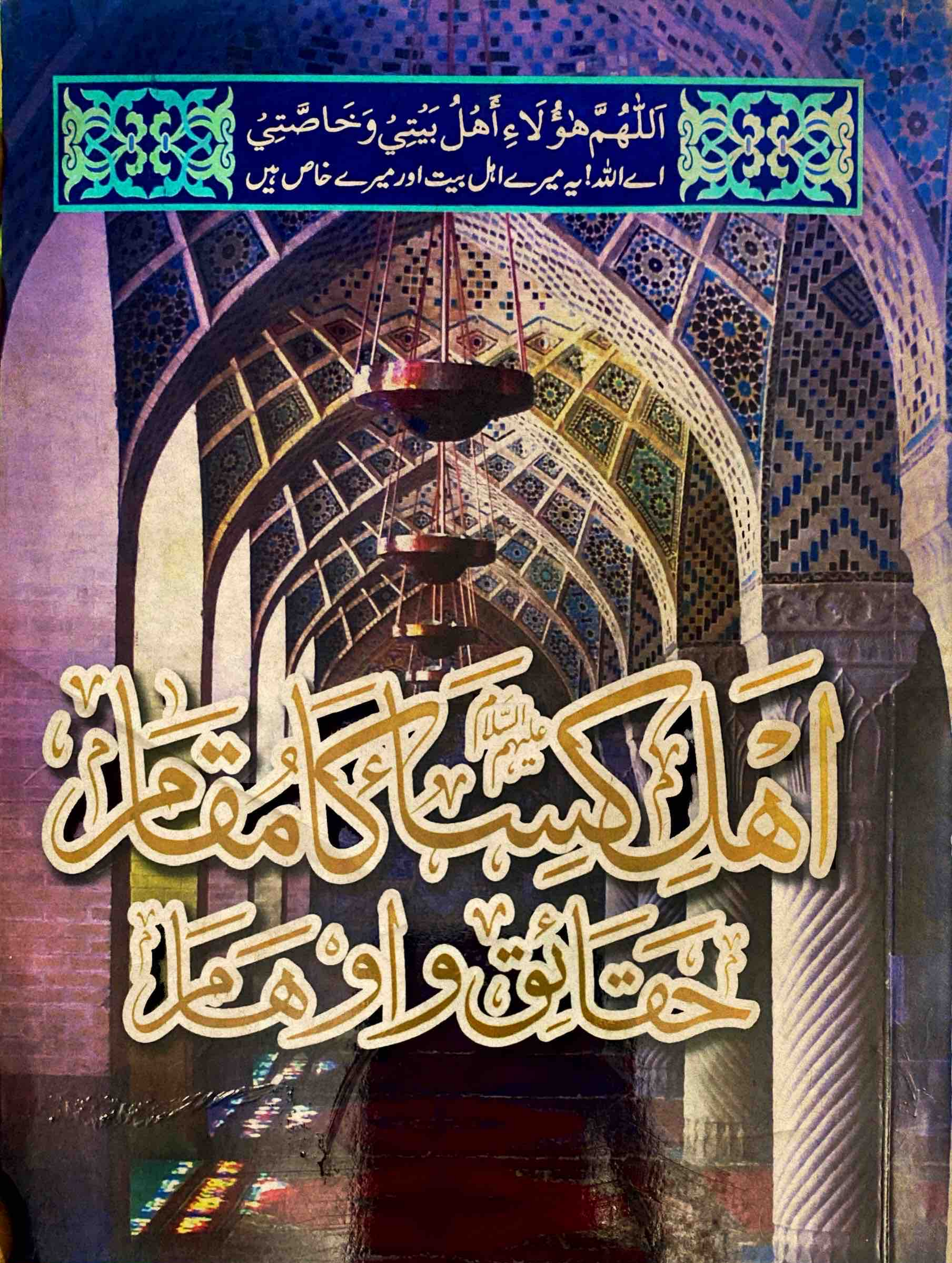


اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي وَخَاصَّتِي

اے اللہ! یہ میرے اہل بیت اور میرے خاص ہیں

اہلِ کساء علیہم السلام کا مقام

حقائق و اوہام

تالیف

قاری ظہور احمد فیضی

ریسرچ سکالر: جامعہ اسلامیہ، لا

بسم الله الرحمن الرحيم

نام کتاب	:	اہل کساء کا مقام، حقائق و اوہام
مؤلف	:	قاری ظہور احمد فیضی
پروف ریڈنگ	:	علامہ نصیر احمد نقشبندی اوچی
کمپوزنگ	:	حسنین ظہور فیضی
اشاعت بارِ دوم	:	۱۴۴۰ھ
بتعاون	:	جماعتِ حیدر کرارؑ
ناشر	:	مکتبۃ باب العلم،

54-ہادیہ حلیمہ سنٹر، گراؤنڈ فلور غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

ڈسٹری بیوٹرز

ضیاء القرآن پبلی کیشنز: گنج بخش روڈ لاہور / اردو بازار، کراچی

احمد بک کارپوریشن، اقبال روڈ کمیٹی چوک، راولپنڈی

اسلامک بک کارپوریشن، اقبال روڈ کمیٹی چوک، راولپنڈی

اورینٹل پبلیکیشنز، 35 رائل پارک، لاہور

مکتبہ خورشید ملت، نزد کینال ریسٹ ہاؤس، اوچ شریف (بہاول پور)

برائے رابطہ

0423-7333111, 0300-2495037, 0300-4517365, 0300-4150021

E-mail: ahmadfaizi_babulelm@outlook.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی جَمِیْعِ الْأَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ ، وَعَلٰی آلِھِمُ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ وَأَصْحَابِھِمُ الرَّاشِدِیْنَ الْھَادِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ ، وَمَنْ تَبِعَھُمْ بِإِحْسَانٍ إِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ.

سببِ تالیف

آیتِ تطہیر کی تفسیر میں دانستہ یا نادانستہ ایسے اوہام واغلاط پیدا کر دیے گئے ہیں کہ اہل کساء (چادرِ تطہیر والے حضرات) علیہم السلام کی حقیقی عظمت وشان اوجھل ہو کر رہ گئی ہے۔ اس تفسیر کو دُھندلانے میں عدم تدبّر یا جہالت کا دخل کم اور دانستگی یا مذہبی تعصب کا دخل زیادہ ہے۔ اس گھناؤنی کارروائی کا اتنا برا اثر ہو رہا ہے کہ بعض خطباء کو سنا گیا کہ وہ سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۳۲ ﴿یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ﴾ (اے نبی کی ازواج تم نہیں ہو دوسری عورتوں میں سے کسی ایک کی مانند) کو چیخ چیخ کر پڑھ رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ قرآن کی اِس نص سے ثابت ہوا کہ امہات المومنین رضی اللہ عنہن جیسا تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ اُن کی معلومات کا سراغ لگایا گیا تو معلوم ہوا کہ اُن کے مطالعہ میں فلاں فلاں اردو کتب ہیں اور وہ اُن ہی کتب سے متأثر ہے۔

اس لیے میں نے چاہا کہ اِن اوہام کا ازالہ کر کے اصل حقائق کو واضح کر دیا جائے تا کہ خطباء حضرات بالخصوص اور عوام بالعموم غلط فہم وافہام کا شکار نہ ہوں۔ ہر چند کہ بعض احباب نے مجھے اغلاط واوہام پر مبنی ایسا کافی مواد مہیا کیا ہے تاہم میں اختصار کے پیش نظر بطورِ نمونہ پہلے چند اغلاط واوہام نقل کروں گا پھر اصل حقائق پیش کر کے اُن کے ازالے کی کوشش کروں گا۔ فَأَقُوْلُ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ.

اَللّٰھُمَّ أَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا اِتِّبَاعَہٗ وَأَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَارْزُقْنَا اِجْتِنَابَہٗ.

”اے اللہ! ہم پر حق کو روشن فرما اور اُس کی اتباع نصیب فرما اور ہمیں باطل سے آگاہ فرما اور اُس سے بچنے کی توفیق عطا فرما“۔

آیتِ تطہیر کی تفسیر میں تین اقوال

اس آیت کی تفسیر میں لفظ " أَهْلُ الْبَيْت " کی معنوی تخصیص میں دو قول تو بالکل باطل ہیں اور تیسرے قول میں تفصیل ہے:

۱۔ اہل بیت سے فقط اہل کساء (پنجتن پاک) کا مراد ہونا

۲۔ اہل بیت سے فقط امہات المومنین رضی اللہ عنہن کا مراد ہونا

۳۔ اہل بیت سے امہات المومنین اور اہل کساء رضی اللہ عنہم دونوں کا مراد ہونا لیکن امہات المومنین رضی اللہ عنہن کا افضل ہونا۔

اِس تیسرے قول میں یہ الفاظ ''اہل بیت سے امہات المومنین اور اہل کساء رضی اللہ عنہم دونوں کا مراد ہونا'' تو برحق ہیں مگر یہ الفاظ ''لیکن امہات المومنین رضی اللہ عنہن کا افضل ہونا'' عدم تدبر یا پھر مذہبی تعصب پر مبنی ہیں۔

اس نظریہ کے قائلین میں سے ایک صاحب لکھتے ہیں:

> ''اس آیت میں اہل سے ازواجِ رسول اور علی و فاطمہ و حسن و حسین رضی اللہ عنہم دونوں مراد ہیں۔ وہ اس طرح کہ یہ آیت اپنے سیاق وسباق اور شانِ نزول کے لحاظ سے تو ازواج رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق ہی میں نازل ہوئی ہے تاہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہا کہ اس تطہیر کی نعمت سے آپ کی پیاری اور لاڈلی بیٹی خاتونِ جنت اور آپ کے پیارے نواسوں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما اور آپ کے چچازاد بھائی اور داماد مولا علی رضی اللہ عنہ کو بھی سرفراز کیا جائے اور جو فضل آپ کی ازواج پر ہوا ہے ان پر بھی ہو جائے تو آپ نے ان نفوس قدسیہ کو اپنی چادر میں لے کر دعا فرمائی کہ اے اللہ! اگر تو نے میری ازواج کو میرے اہل بیت کہہ کر انہیں تطہیر عطا فرمائی ہے تو اہل بیت کے لفظ سے میں ان کو بھی یاد کرتا ہوں، یا اللہ!

ان پر بھی یہ نعمت ارزاں فرمادے تو اللہ نے اپنے محبوب کی یہ دعا قبول فرمالی"۔(۱)

اس صاحب کا یہ مکمل جملہ:

"نبی پاک ﷺ نے چاہا کہ اس تطہیر کی نعمت سے آپ کی پیاری....."

مردود و باطل ہے۔ وہ کیسے؟ اس کی توجیہ آگے مفتی احمد یار خاں نعیمی کے کلام کی تردید میں آرہی ہے۔

یہی صاحب ایک اور مقام میں لکھتے ہیں:

"الغرض قریباً تمام مفسرین قرآن کی یہی رائے ہے کہ یہ آیت تطہیر ازواج رسول ﷺ کے حق میں اتری تو رسول کریم (ﷺ) نے دعا فرمائی اور مولا علی، سیدہ فاطمہ اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کو بھی اس میں داخل فرمایا یعنی اللہ نے ان کو بھی پاک کر دیا"۔(۲)

اِن چار سطور میں ان صاحب کا درجِ ذیل جملہ:

"یعنی اللہ نے ان کو بھی پاک کر دیا"۔

حماقت وغوایت پر مبنی ہے۔ اس لیے کہ یہ ہستیاں اِس آیت کے نزول سے قبل ہی طاہر و مطہر تھیں اور ازواجِ مبارکہ رضی اللہ عنہن سے زیادہ پاک تھیں۔ اس پر دلیل کیا ہے؟ یہ دلیل آئندہ سطور میں علامہ سید محمود آلوسی، علامہ ابن تیمیہ اور دوسرے حضرات کی عبارات میں آرہی ہے۔

بعض شارحین کا عدمِ تدبر

---

(۱) عظمت اہل بیت ص ۴۲۔

(۲) عظمت اہل بیت ص ۴۶۔

مفتی احمد یار خاں نعیمی لکھتے ہیں:

''حضور انور (ﷺ) نے چاہا کہ اِن حضرات کو بھی اس میں داخل فرمالیں، لہٰذا دعا فرمائی کہ الٰہی یہ بھی میرے گھر والے ہی ہیں، انہیں بھی خوب پاک فرمادے، اسی لیے روایات میں ہے کہ جناب ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے بھی اس کمبل شریف میں داخل فرمالیں۔ فرمایا: ''أنت علیٰ خیر'' تم تو اس آیت خیر میں ہو ہی، تمہارے لیے دعا کرکے داخل کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ ہم تو اُن کو داخل کرنے کی دعا کررہے ہیں جو اس میں داخل نہیں''۔(۱)

حکیم الامت کا درجِ ذیل جملہ حکمت کے منافی ہے:

''ہم تو اُن کو داخل کرنے کی دعا کررہے ہیں جو اس میں داخل نہیں''۔

کیا اُمہات نزولِ آیت سے پہلے اہل بیت نہیں تھیں؟

حکیم الامت صاحب سے یہ حقیقت اوجھل رہ گئی کہ ازواج مطہرات اور اہل کساء ﷺ دونوں اِس آیت کے نزول سے پہلے ہی اہل بیت تھے۔ امت میں سے کوئی خاتون جونہی نکاحِ نبوی ﷺ میں آئی تھی اُسی وقت سے وہ تبعاً اہل بیت میں شامل ہوگئی تھی۔ سورۃ الاحزاب کی اِن آیات کے نزول نے ازواجِ رسول ﷺ کو اہل بیت نہیں بنایا بلکہ وہ پہلے سے اہل بیت تھیں اور اِن آیات میں اُنہیں جہاں دومرتبہ ﴿یَانِسَاءَ النَّبِيِّ﴾ (اے نبی کی بیویو!) سے خطاب کیا گیا ہے اسی طرح ایک مرتبہ ﴿یَا أَھْلَ الْبَیْتِ﴾ سے خطاب فرمایا گیا ہے۔ اگر وہ نکاح نبوی ﷺ میں نہ ہوتیں تو نہ اُنہیں ﴿یَانِسَاءَ النَّبِيِّ﴾ کہا جاتا اور نہ ہی ﴿یَا أَھْلَ الْبَیْتِ﴾۔ وہ حرمِ نبوی میں آجانے کی

---

(۱) مرآۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح ج۸ ص ۳۹۷۔

بدولت دوسری عورتوں کی طرح تو نہیں رہی تھیں مگر وہ مطالبہ ایسا کر بیٹھی تھیں جو اُن کے شایانِ شان نہیں تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اُنہیں اُن کے مرتبے کا احساس دلانے کے لیے ﴿یَانِسَاءَ النَّبِیِّ﴾ اور ﴿یَاأَهْلَ الْبَیْتِ﴾ سے خطاب فرمایا ہے۔ یہ ایسے ہے جیسا کہ کسی خاندانی شخص کو کہا جائے: ''آپ سے تو یہ توقع نہیں تھی'' کیا اِن الفاظ سے اُسے خاندانی بنانا مقصود ہوتا ہے یا احساس دلانا؟ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ خطاب ازواج مبارکہ کو اہل بیت بنانے یا اہل بیت کا لقب (Title) عطا کرنے کے لیے نہیں تھا بلکہ اُنہیں ان کے مرتبے کا احساس دلانے کے لیے تھا۔ چنانچہ آیت تطہیر کے الفاظ ﴿إِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ﴾ میں جس ارادۂ الٰہی کا ذکر ہے وہ ازواج مطہرات کے لیے مشروط ہے، جیسا کہ [الاحزاب ۲۷، ۲۸] کے الفاظ سے ظاہر ہے اور صحیحین کی حدیث میں بھی تصریح ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی ازواج کے سامنے یہ آیات پڑھ کر معاملہ اُن پر چھوڑ دیا۔ سو چونکہ اُنہوں نے دنیوی آسائش پر قناعت کرتے ہوئے قربت نبوی ﷺ کو ترجیح دی تو یہ آیت اُن سب کی فضیلت کی دلیل بن گئی۔ خیال رہے کہ امہات رضی اللہ عنہن کا مطالبہ ناجائز نہیں تھا مگر چونکہ وہ امت کے لیے اسوہ تھیں اس لیے اُنہیں وہ فرمایا گیا جو فرمایا گیا۔

کیا اہل کساء آیت تطہیر کے نزول سے قبل اہل بیت نہیں تھے؟

اسی طرح اہل کساء بھی پہلے سے اہل بیت تھے۔ اُن میں سے تین نفوس تو خود حضور اکرم ﷺ کی اولاد تھے، اس لیے وہ تبعاً ہی نہیں بلکہ اصالۃً اہل بیت تھے۔ بچہ جونہی کسی بیت میں پیدا ہوتا ہے وہ اُس بیت کے اہل میں سے ہو جاتا ہے۔ رہے سیدنا علی رضی اللہ عنہ تو وہ بھی دو صورتوں میں پہلے سے اہل بیت میں سے تھے۔ ایک تو اس لیے کہ وہ ہاشمی مسلم تھے اور دوسرا اس لیے کہ اُنہیں اُن کے بچپن سے ہی آغوشِ نبوی اور آغوشِ سیدہ خدیجہ علیہم السلام حاصل ہو گئی تھی۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان سب کو چادر میں لے کر یوں

کیوں کہا: ''اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں، ان سے پلیدی دور فرما اور اِنہیں خوب پاک فرما؟'' اس کا جواب آئندہ سطور میں آ رہا ہے۔

بعض مفتیان کی زیادتی

مفتی رشید احمد لدھیانوی لکھتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ اہلِ بیت سے مراد ازواجِ مطہرات ہی ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے جب دریائے رحمت کو جوش میں دیکھا تو اولاد کو بھی توسعاً اہلِ بیت میں داخل فرما کر ان کے لیے بھی تطہیر کی دعا فرمائی، یعنی ازواجِ مطہرات تو اہل بیت کے مفہوم میں حقیقۃً داخل تھیں، اور ان کی تطہیر کی بشارت بغیر دعا کے مل چکی تھی اور اولاد کو حضور اکرم ﷺ نے اہلِ بیت کے مفہوم میں توسعاً داخل فرما کر ان کے لیے تطہیر کی درخواست کی، چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور بعض روایات کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب شمولیت کی درخواست کی تو ارشاد ہوا ''انک علیٰ خیر'' یا ''انک اِلیٰ خیر'' یعنی تم ان سے بہتر حالت پر ہو، اس لیے کہ تمہاری تطہیر تو اللہ تعالیٰ نے میری درخواست کے بغیر ہی فرما دی ہے''۔(۱)

مولوی رشید احمد لدھیانوی کے درجِ ذیل الفاظ:

''تم ان سے بہتر حالت پر ہو، اس لیے کہ تمہاری تطہیر تو اللہ تعالیٰ نے میری درخواست کے بغیر ہی فرما دی ہے''۔

غوایت وحماقت پر مبنی ہیں۔ اس لیے کہ ان کا مطلب یہ ہے کہ اہل کساء رضی اللہ عنہم اس

---

(۱) أحسن الفتاویٰ ج۱ ص ۵۴۰۔

آیت کے نزول سے قبل ظاہر نہیں تھے، اور یہ بھی باطل ہے کہ امہات المومنین رضی اللہ عنہن اہل کساء ﷺ سے بہتر حالت پر تھیں۔ آئندہ سطور میں متعدد احادیث اور علامہ ابن تیمیہ وغیرہ کی عبارت میں اس کلام کی تردید آ رہی ہے۔

اہل کساء کی افضلیت کو گھٹانے کے انداز

بدقسمتی سے کچھ لوگ اپنے سنی ہونے کا ثبوت فقط بعض غیر سنی فرقوں کی تردید میں ہی سمجھتے ہیں۔ بلاشبہ دلائل کے ساتھ فرقِ باطلہ کی تردید لازم ہے اور اگر کسی کو فقط نیچا دکھلانے کے لیے نہ ہو تو باعث ثواب بھی ہے، مگر تردید کا معنیٰ یہ تو نہیں کہ حقائق کو مسخ کر دیا جائے اور الفاظ و معانی میں کمی بیشی یا تحریف و تخذیف کر دی جائے۔ مقامِ افسوس ہے کہ مذکورہ بالا حضرات نے ایک مخصوص فرقہ کی تردید اور اپنے موقف کی تقویت کے لیے بعض اہم الفاظ کے ترجمہ میں ناجائز اضافہ کر دیا۔ چنانچہ مذکورہ بالا حضرات میں سے اول الذکر نے "إِنَّكِ عَلىٰ خَيرٍ" کا ترجمہ یوں کیا ہے:

إِنَّكِ عَلىٰ خَيرٍ.

"تم تو پہلے ہی بھلائی پر ہو"۔(۱)

اور مؤخر الذکر نے یوں ترجمہ کیا ہے:

"تم اُن سے بہتر حالت پر ہو"۔(۲)

قارئین کرام! دراصل یہ الفاظ ام المومنین سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو فرمائے گئے تھے۔ کسی کمی اور بیشی کے بغیر اِن الفاظ کا صحیح ترجمہ یوں ہے:

"تم بھلائی پر ہو"۔

---

(۱) عظمت اہل بیت ص ۴۳۔

(۲) أحسن الفتاویٰ ج ۱ ص ۵۴۰۔

اول الذکر نے ترجمہ میں ''تو پہلے ہی'' کے تین الفاظ کا اضافہ کیا اور ثانی الذکر نے ترجمہ میں ''اُن سے'' کے دو لفظوں کا اضافہ کیا، جبکہ مفتی احمد یار خاں صاحب نے تو حد ہی کر دی، اُنہوں نے لفظ '' أَنْتِ عَلٰی خَیْرٍ '' کی تشریح میں تقریباً ڈھائی لائنیں تحریر کر ڈالیں اور اُن الفاظ کو نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کرتے ہوئے یہاں تک لکھ دیا:

''ہم تو اُن کو داخل کرنے کی دعا کر رہے ہیں جو اس میں داخل نہیں''۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ ، پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ ایسی کمی بیشی فقط بعض فرقوں کی تردید کے لیے کی جاتی ہے۔ اگر آپ ہمارے اِس دعویٰ کی صداقت کو جاننا چاہیں تو ایک ہی مؤلف کی طرف سے دو مقامات پر اِن ہی الفاظ کے ترجمہ میں غور فرمائیں۔ ہمارے بعض اساتذہ کرام رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مقام پر ''إِنَّکِ إِلٰی خَیْرٍ '' کا ترجمہ یوں کیا ہے:

''تم خیر کی طرف ہو''۔(۱)

یہی صحیح ترجمہ ہے، لیکن اِس صحیح ترجمہ میں اُنہوں نے دوسرے مقام پر اپنے موقف کی تقویت کے لیے اضافہ کر دیا:

''تم زیادہ اچھائی پر ہو''۔(۲)

یہاں اُنہیں ترجمہ میں اضافہ کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ وہی جذبۂ تردید، یہاں چونکہ موصوف امہات المومنین رضی اللہ عنہن اور سیدہ فاطمہ علیہا السلام کے مابین مفاضلہ وموازنہ کر رہے ہیں، اس لیے اُنہیں ترجمہ میں ناجائز اضافہ کرنا پڑا۔

''اللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ أَھْلُ بَیْتِي... کہنے کی حکمت

---

(۱) نعمة الباري ج٦ ص٨١٧۔

(۲) نعمة الباري ج٦ ص٨٩٧۔

درجِ بالا اقتباسات کی طرح بعض عربی تفاسیر میں بھی باطل خیالات پائے جاتے ہیں، لیکن ایسے تمام نظریات کو سمجھنے کے لیے مذکورہ بالا مثالیں ہی کافی ہیں۔

میں عرض کرتا ہوں: حقیقت وہ نہیں جو مذکورہ بالا اقتباسات میں پیش کی گئی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اہل کساء علیہم السلام بوجہ نسب امہات مبارکہ سے بڑھ کر اہل بیت ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر نبی کریم ﷺ نے اُن پر چادر ڈال کر یوں کیوں کہا: ''اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں؟'' اس کا جواب یہ ہے کہ اگر آپ ایسا نہ کرتے تو عقل کے اندھے لوگ آیت کے سیاق وسباق تک محدود رہ کر اِن حضرات کو اہل بیت تسلیم ہی نہ کرتے۔

علامہ محمود آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فَإِنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَوْ لَمْ يُدْخِلْهُمْ وَيَقُلْ مَا قَالَ لَتُوُهِّمَ عَدَمُ دُخُولِهِمْ فِي الْآيَةِ لِعَدَمِ اقْتِضَاءِ سِيَاقِهَا وَسِبَاقِهَا.

''پس آپ ﷺ اگر اُنہیں داخل نہ فرماتے اور جو کچھ فرمایا وہ نہ فرماتے تو سیاق وسباق کے نہ ہونے کے سبب اُن کے عدم دخول کا وہم ہو سکتا تھا''۔(۱)

اسی طرح آپ ﷺ نے اُن پر چادر ڈال کر جو دعا فرمائی کہ: ''اے اللہ! ان سے پلیدی کو دور کر دے اور انہیں خوب پاک فرما دے'' تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ معاذ اللہ وہ پہلے ناپاک تھے بلکہ اس دعا کا مقصد دوامِ طہارت کی طلب ہے۔ نبی کریم ﷺ ہادی ہونے کے باوجود جو یوں دعا مانگا کرتے تھے: ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ﴾ اس کا اس کے سوا اور کیا مطلب لیا جا سکتا ہے کہ یہ صراط مستقیم پر قائم رہنے کی دعا ہے؟ اہل کساء کے حق میں ''إذهاب الرجس'' (پلیدی کو لے جانے) کی دعا کا مقصد بھی یہی ہے۔

---

(۱) روح المعاني ج۲۱ ص ۳۰۳۔

علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَوَجْهُ دُعَائِهِ ﷺ لِأَهْلِ الْكِسَاءِ بِإِذْهَابِ الرِّجْسِ، مِنْ غَيْرِ حَاجَةٍ إِلَى الْقَوْلِ بِأَنَّ ذٰلِكَ طَلَبٌ لِلدَّوَامِ، كَمَا قِيلَ فِي قَوْلِهِ تَعَالَىٰ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا﴾ وَنَحْوِهِ.

''کسی قولی ضرورت کے بغیر اہل کساء علیہم السلام کے لیے ''إِذْهَابُ الرِّجْسِ'' (پلیدی کو لے جانے) کی دعائے نبوی ﷺ کی وجہ طہارت پر دوام کی طلب ہے، جیسا کہ ارشادِ الٰہی ﴿اے وہ لوگو! جو ایمان لا چکے ہو ایمان لاؤ﴾ وغیرہ کا مطلب ہے''۔(۱)

غرضیکہ سورۃ الاحزاب کی اِن آیات میں جس خیر و خوبی کا ذکر ازواج مبارکہ رضی اللہ عنہن کے حق میں آیا ہے، اہل کساء علیہم السلام پہلے سے ہی اُس سے بڑھ کر خیر و خوبی سے بہرہ ور تھے۔ اُن کے حق میں دعا کرنا اور یہ کہنا کہ ''یہ میرے اہل بیت ہیں'' کا مقصد فقط مزید خیر کی طلب اور اہل بیت میں اُن کے عدمِ دخول کے وہم کا ازالہ ہے۔

کیا کسی کا سببِ نزول ہونا افضلیت کی دلیل ہے؟

اگر کسی آیت کی شانِ نزول میں کسی شخص یا اشخاص کو نامزد کیا گیا ہو تو کیا اُس شانِ نزول میں مذکور شخص یا اشخاص کا دوسرے تمام لوگوں سے افضل ہونا لازم ہے؟ اگر کوئی شخص مطلقاً اس سوال کا جواب اثبات میں دے تو اسے خفت اٹھانا پڑے گی، وہ کیسے؟ اس کی تفصیل آئندہ سطور میں آ رہی ہے۔

اہل علم کے نزدیک اصول یہ ہے کہ اگر کسی آیت میں حکم، نہی، مدح یا ذم کا بیان ہو، اور اُس کی شانِ نزول معین ہو تو ایسے ہر حکم، ہر نہی، ہر مدح اور ہر ذم کا اطلاق اُس شخص پر

---

(۱) روح المعاني ج۲۱ ص۳۱۲۔

بھی ہوگا جس کے بارے میں وہ آیت نازل ہوئی اور اُس کی مانند دوسرے اشخاص پر بھی ہوگا۔ چنانچہ علامہ ابن تیمیہ اور امام سیوطی لکھتے ہیں:

وَالآيَةُ الَّتِي لَهَا سَبَبٌ مُعَيَّنٌ ، إِنْ كَانَتْ أَمْرًا وَنَهْيًا فَهِيَ مُتَنَاوِلَةٌ لِذٰلِكَ وَلِغَيْرِهِ مِمَّنْ كَانَ بِمَنْزِلَتِهِ ، وَإِنْ كَانَتْ خَبَرًا بِمَدْحٍ أَوْذَمٍّ فَهِيَ مُتَنَاوِلَةٌ لِذٰلِكَ الشَّخْصِ وَغَيْرِهِ مِمَّنْ كَانَ بِمَنْزِلَتِهِ أَيْضًا.

''وہ آیت جس کی شانِ نزول معین ہو، اگر وہ امر اور نہی پر مبنی ہو تو وہ اُس شخص اور اُس کی طرح دوسرے لوگوں کو بھی شامل ہوگی، اور اگر وہ مدح یا ذم کی خبر پر مبنی ہو تو تب بھی وہ اُس شخص اور اُس کی مانند دوسرے لوگوں کو بھی شامل ہوگی''۔(۱)

فقط یہ بھی نہیں کہ دوسرے لوگ اس شخص کے برابر ہو سکتے ہیں بلکہ اُس سے بڑھ بھی سکتے ہیں، مثلاً مشہور آیت ﴿وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَأُولٰئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ﴾ [النساء:٦٩] کی شان نزول میں بعض انصار رضی اللہ عنہم کا ذکر ہے کہ اُنہوں نے کہا: دنیا میں اُنہیں اُس وقت تک چین نہیں ملتا جب تک کہ اُنہیں دیدارِ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصیب نہ ہو جائے، لیکن جب وہ جنت میں جائیں گے اور وہاں سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مخصوص اور بلند مرتبہ میں ہوں گے اور وہ (اُمتی) کسی نچلے مقام پر ہوں گے، سو گر وہاں دیدارِ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصیب نہ ہوا تو اُنہیں کیونکر چین ملے گا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔(۲)

بتلائیے! کیا انصار کے اُن بعض حضرات کا عشقِ مصطفیٰ اور اُن کا مرتبہ مہاجرین

---

(۱) مجموعة الفتاوی ج۱۳ ص۱۸۱؛ الإتقان ج۱ ص۲۰۱۔

(۲) العجاب في بيان الأسباب للعسقلاني ملخصاً ص۹۱۲۔

اور خلفاء راشدین ﷺ کے عشق اور مرتبہ سے زیادہ تھا؟ ہرگز نہیں، بلکہ اُن سے بلند مرتبہ اور زیادہ عشاقانِ مصطفیٰ ﷺ بھی موجود تھے، لیکن چونکہ بعض انصار نے اپنی قلبی بے سکونی اور اضطراب کو باقاعدہ بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر ظاہر کر دیا تو اُن کی تسلی کے لیے یہ آیت نازل فرمائی گئی۔ اِس شانِ نزول کو سن کر عام آدمی تو یہی سمجھے گا کہ اُس انصاری ؓ سے بڑا عاشق کوئی نہیں لیکن اہلِ علم و دانش بخوبی سمجھتے ہیں کہ اُن سے بڑے عاشق وہ صحابہ کرام ؓ تھے جن کے سینوں میں عشق کا بھانبڑ اُس انصاری سے بھی زیادہ موجود تھا مگر وہ اُسے چھپائے ہوئے تھے۔

اسی طرح سورۃ اللیل کی شان نزول میں غور کیا جائے تو اُس میں لفظ "الأَشقیٰ" (سب سے بڑا بد بخت) سے جس شخص کو معین کیا گیا ہے وہ امیہ بن خلف ہے، لیکن کیا امیہ بن خلف ابو جہل اور ولید بن مغیرہ وغیرہ سے بھی زیادہ بد بخت تھا؟ نہیں، لیکن چونکہ وہ سیدنا بلال ؓ کا مالک تھا اور اُن پر ظلم کرتا تھا، سیدنا ابو بکر صدیق ؓ نے اُنہیں اُس ظالم سے آزاد کرا دیا تو اُن کی مدح کے ساتھ ساتھ اُس ظالم کی مذمت بھی بیان کر دی گئی۔ اسی لیے مفسرین کرام نے اُس بد بخت کی مذمت میں وارد شدہ لفظ "الأَشقیٰ" کو "شَقِيٌّ" کے معنیٰ میں لیا ہے۔ ممکن ہے کہ لفظ "شَقِيٌّ" کے بجائے لفظ "الأَشقیٰ" اس لیے لگایا گیا ہو کہ سورۃ اللیل کی آیات کا اختتام یکساں اسلوب و انداز پر قائم رہے، یعنی ہر آیت الف مقصورہ پر ختم ہو اور صوتی ترنّم برقرار رہے۔

اسی طرح سورۃ الاحزاب کی آیت ﴿وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ﴾ [الأحزاب: ۳۷] کے الفاظ میں بھی اور اُس کی شان نزول میں بھی سیدنا زید بن حارثہ ؓ کا نام آیا ہے، کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ شانِ نزول میں اُن کا نام آیا ہے اور قرآن میں اُن کے انعام یافتہ ہونے کی تصریح آئی ہے، لہٰذا وہ تمام صحابہ کرام ؓ سے زیادہ انعام یافتہ اور افضل تھے؟

اہل کساء افضل یا امہات رضی اللہ عنہن؟

جس طرح شانِ نزول میں مذکور ہونے کی وجہ سے بعض انصاری صحابہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم سے بڑے عاشق اور افضل نہیں، جس طرح سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ آیت وشانِ نزول میں صراحتاً مذکور ہونے کی وجہ سے سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ انعام یافتہ اور افضل نہیں ہیں، بالکل اسی طرح سورۃ الاحزاب کی شان نزول میں امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے مذکور ہونے کی وجہ سے اُن کا سب سے افضل ہونا لازم نہیں۔

اس بات کو اچھی طرح سمجھنے کے لیے درج ذیل آیات کے مضمون اور ان کی شانِ نزول میں غور کرنا ضروری ہے۔ بخاری و مسلم میں یہ شانِ نزول بہت طویل بیان کی گئی ہے، اُس میں سے ایک آدھ جملے کا خلاصہ یہ ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے یکجا ہو کر دنیوی مال ومتاع اور سامانِ آسائش وآرام کا مطالبہ کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبیدہ خاطر ہوئے اور ناراض ہو کر ایک ماہ کے لیے اُن سے الگ ہو گئے۔ اِس پر اللہ تعالیٰ نے مسلسل کئی آیات نازل فرما کر امہات المومنین کو موعظت ونصیحت فرمائی اور اُنہیں آگاہ کیا کہ جب اُنہیں حرم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لے لیا گیا ہے تو وہ عام عورتوں کی طرح نہیں رہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحاً جَمِيلًا. وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْراً عَظِيماً. يَا نِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَأْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ يُضَاعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيراً. وَمَنْ يَقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُولِهِ وَتَعْمَلْ صَالِحاً نُؤْتِهَا أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَأَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقاً كَرِيماً.

يَـا نِسَـآءَ الـنَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَـأَحَـدٍ مِّنَ النِّسَـاءِ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَـخْضَـعْـنَ بِـالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهِ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلاً مَّعْرُوفاً . وَقَـرْنَ فِيْ بُيُـوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولٰى وَأَقِـمْـنَ الصَّلَاةَ وَآتِيْنَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْراً.

’’اے نبی مکرم! آپ فرمادیجئے اپنی بیبیوں کو کہ اگر تم دنیوی زندگی اور اس کی آرائش (آسائش) کی خواہاں ہو تو آؤ تمہیں مال ومتاع دے دوں اور پھر تمہیں رخصت کردوں بڑی خوبصورتی کے ساتھ۔اور اگر تم چاہتی ہو اللہ کو اور اس کے رسول کو اور دارِ آخرت کو تو بیشک اللہ تعالیٰ نے تیار کر رکھا ہے اُن کے لیے جو تم میں سے نیکو کار ہیں اجرِ عظیم۔اے نبی کریم کی بیبیو! جس کسی نے تم میں سے کھلی ہوئی بیہودگی کی تو اس کے لیے عذاب کو دوچند کردیا جائے گا اور ایسا کرنا اللہ تعالیٰ پر بالکل آسان ہے۔اور جو تم میں سے فرماں بردار بنی رہی اللہ کی اور اس کے رسول کی اور نیک عمل کرتی رہی تو ہم اس کو اس کا اجر بھی دوچند دیں گے اور ہم نے اس کے لیے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے۔اے نبی کی ازواج (مطہرات) تم نہیں ہو دوسری عورتوں میں سے کسی عورت کی مانند، اگر تم پرہیزگاری اختیار کرو، پس ایسی نرمی سے بات نہ کرو کہ طمع کرنے لگے وہ (بے حیا) جس کے دل میں روگ ہے، اور گفتگو کرو تو باوقار انداز سے کرو۔اور ٹھہری رہو اپنے گھروں میں اور اپنی آرائش کی نمائش نہ کرو جیسے سابق دور جاہلیت میں رواج تھا، اور نماز قائم کرتی رہو اور

زکوۃ دیا کرو اور اطاعت کیا کرو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی، اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے دور کر دے پلیدی کو اے نبی کے گھر والو! اور تم کو پوری طرح پاک صاف کر دے"۔

(الأحزاب: ۲۷، ۳۳)

الاحزاب ۲۷ تا ۳۳ میں کس کا کس سے تقابل؟

اِن آیات میں اُمہات المومنین رضی اللہ عنہن کو فرمایا گیا کہ وہ عام عورتوں کی طرح نہیں ہیں، جس سے واضح ہوا کہ آیات میں اُن کے تقابل میں عام عورتوں کا ذکر ہے اہل کساء علیہم السلام کا ذکر نہیں ہیں، لہٰذا جو لوگ اِن آیات سے دلیل لیتے ہوئے ازواج مقدسہ کو اہل کساء خصوصاً سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے افضل کہتے ہیں وہ غلط فہمی اور وہم کا شکار ہیں۔

ایسے لوگ اتنا بھی غور نہیں کرتے کہ اہل کساء علیہم السلام میں سے کسی نے بھی بارگاہِ نبوی ﷺ میں دنیوی مال ومتاع کا کبھی بھی مطالبہ نہیں کیا، مطالبہ تو دور کی بات ہے سیدۂ کائنات علیہا السلام تو خادم مانگنے سے بھی شرما گئی تھیں۔ حضور ﷺ جب خود ہی اُن کے گھر تشریف لائے تھے اور اُن کی خواہش معلوم فرمائی تھی تو اُنہیں تسبیحِ فاطمہ کا وظیفہ عنایت فرمایا تھا۔ انصاف فرمائیے! کیا بارگاہ نبوی ﷺ میں دنیوی سوال کرنے سے شرما جانے والی خاتون اور مطالبہ کرنے والی خاتون دونوں برابر ہیں؟ اگر نہیں تو پھر تقابل کیسا؟ افسوس کی بات ہے جس خاتون کے ساتھ محض مفاضلہ اور تقابل درست نہیں، بعض مدعیانِ سنت امہات المومنین رضی اللہ عنہن کو اُن سے افضل قرار دینے پر مصر ہیں۔

سیدہ خدیجہ دوسری امہات سے افضل کیوں؟

اگر شانِ نزول میں مذکور ہونے کی وجہ سے امہات المومنین رضی اللہ عنہن افضل

ہیں تو ذرا سوچ کر بتلایئے کہ وہ امہات مبارکہ افضل جن کے دنیوی مطالبہ کی وجہ سے یہ آیات نازل ہوئیں یا اِن سب سے تنہا وہ ام المومنین افضل جو اِن آیات کے نزول سے کئی برس پہلے انتقال فرما چکی تھیں؟ اس سوال کا جواب اتنا مشکل نہیں، سادہ سی بات ہے کہ اِن آیات کا نزول امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے دنیوی مال ومتاع کے مطالبہ پر ہوا تو بطور فہمائش یہ آیات نازل فرمائی گئیں، جن میں اُنہیں طلاق تک دینے کا ذکر بھی کیا گیا اور سمجھایا گیا کہ حرم نبوی ﷺ میں آنے کے بعد وہ عام عورتوں کی طرح نہیں رہیں۔

اِن سب کے برعکس اُس خاتون کی سیرت میں غور فرمایئے جو نکاح نبوی ﷺ میں آنے سے قبل تمام اہل مکہ سے زیادہ مال دار اور تاجرہ تھیں، وہ حرمِ نبوی ﷺ میں آئیں تو اپنا سارا مال بارگاہ نبوی ﷺ میں پیش کر دیا اور حضور ﷺ نے وہ سارا مال راہِ الٰہی میں خرچ کر دیا۔ اُس خاتون نے کبھی مطالبہ کیا اور نہ ہی اُنہیں سمجھانے کے لیے آیات نازل کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ اُن کی سیرت وکردار میں غور کیا جائے تو حیرت ہوتی ہے کہ اُنہوں نے یہ نبوی تعظیم وآداب کس سے اور کہاں سے سیکھ لیے تھے؟ کہیں سے نہیں، کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ بعض ہستیاں سیکھی سکھلائی پیدا ہوتی ہیں۔ اسی حقیقت میں غور وفکر کرنے کے لیے علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے سوالیہ انداز میں فرمایا ہے:

یہ فیضانِ نظر تھا، یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی؟

ظاہر ہے کہ فیضانِ نظر اور مکتب کی کرامت دونوں مفقود تھیں، کیونکہ سیدنا اسماعیل علیہ السلام بچپن میں ہی سایۂ پدری سے دور کر دیے گئے تھے اور کسی مکتب میں بھی زیرِ تعلیم نہیں رہے تھے بلکہ وہ قبل از پیدائش حلیم وعلیم تھے۔ قرآن مجید میں ہے:

فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ. (الصافات: ۱۰۱)

''تو ہم نے اُن (ابراہیم علیہ السلام) کو بردبار لڑکے کی بشارت دی''۔

سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بھی کسی مکتب وغیرہ سے سیکھی ہوئی تھیں اور نہ ہی وہ کسی اسلامی خانوادہ کی پروردہ اور تربیت یافتہ تھیں، لیکن قربان جاؤں کہ اپنا سارا مال خرچ کرنے کے باوجود اُنہوں نے حضور ﷺ کے ساتھ پچیس سال تک زاہدانہ زندگی بسر کردی، کبھی کوئی مطالبہ کیا اور نہ ہی تاجدار کائنات ﷺ کو ناراض ہونے کا موقعہ دیا۔

چنانچہ حافظ ابن کثیر ازواج مقدسہ رضی اللہ عنہن کے بارے میں نازل شدہ سورۃ الاحزاب کی اِن ہی آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وَمِنْ خَوَاصِ خَدِيجَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا : أَنَّهُ لَمْ تَسُوءُهُ قَطُّ، وَلَمْ تُغَاضِبْهُ ، وَلَمْ يَنَلْهَا مِنْهُ إِيْلَاءٌ ، وَلَا عَتَبَ قَطُّ ، وَلَا هَجَرَ وَكَفٰى بِهٰذِهٖ مَنْقَبَةً وَفَضِيْلَةً.

''سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے خصائص سے ہے کہ اُنہوں نے کبھی حضور ﷺ کو تکلیف پہنچائی، نہ غضب ناک کیا، نہ اُن سے حضور ﷺ نے ایلاء (قسم کھا کر چند دن کے لیے الگ ہو جانا) کیا، نہ اُن پر عتاب کیا اور نہ ہی اُن سے روٹھے، اور یہ اُن کی فضیلت ومنقبت کے لیے کافی دلیل ہے''۔(۱)

سعودی شہر ریاض کے عالم شیخ عبداللہ بن صالح بن محمد العبید ایک حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

''اِس میں ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت ہے، کیونکہ اُنہوں نے اپنی ذمہ داری نبھانے اور اپنے شوہر کی خدمت کرنے کا اِس حد تک حق ادا کیا کہ نبی کریم ﷺ کو کسی اور خاتون کی حاجت ہی

(۱) تفسیر ابن کثیر ج٦ ص ٤٠٤ ،دار طیبة۔

محسوس نہ ہونے دی، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے جس قدر شادیاں کیں سب اُن کی وفات کے بعد کیں، رضی اللہ عنہا"۔(۱)

سابقہ زندگی میں اعلیٰ درجہ کی مال دار ہونے کے باوجود حرمِ نبوی ﷺ میں آنے کے بعد صبر و شکر اور زاہدانہ زندگی بسر کرنے اور ہر حال میں اپنے سرتاج ﷺ کو خوش رکھنے کے عمل نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بعد کی تمام امہات المومنین رضی اللہ عنہن سے افضل بنا دیا۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا خیال تھا کہ وہ خود یا دوسری امہات رضی اللہ عنہن سیدتنا خدیجہ رضی اللہ عنہا سے افضل ہیں، لیکن نبی کریم ﷺ نے اس تصور کی نفی فرما دی۔ چنانچہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کرتے تو اُن کی خوب تعریف فرماتے۔ سیدہ عائشہ فرماتی ہیں: ایک دن مجھے اس بات پر غیرت پیدا ہوئی تو میں نے عرض کیا: آپ اُس سرخ جبڑوں والی کا بہت زیادہ ذکر کرتے ہیں، حالانکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو اُن سے بہتر بیویاں دی ہیں؟ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مَا أَبْدَلَنِي اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ خَيراً مِنهَا .الحديث

"اللہ تعالیٰ نے مجھے اُن سے بہتر کوئی بیوی نہیں دی"۔(۲)

---

(۱) كتاب الأربعين في فضائل آل البيت الطاهرين ص۸۳۔

(۲) مسند أحمد ج٦ ص١١٨ وط: [شاكر] ج١٧ ص٤٥٠ حديث ٢٤٧٤٥؛ وبتحقيق الأرنؤوط، ج٤١ ص٣٥٦ حديث ٢٤٨٦٤؛ المعجم الكبير ج٢٣ ص١٣ حديث ٢٢؛ سير أعلام النبلاء ج٢ ص١١٧؛ مجمع الزوائد ج٩ ص٢٦٥ حديث ١٥٢٨١؛ غاية المقصد ج٤ ص٤، ٥ حديث ٣٧٣٣۔

حافظ ہیثمی اور شیخ احمد شاکر نے کہا ہے: اس حدیث کی سند حسن ہے، شیخ شعیب الارنؤوط نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی سند حسن ہے اور شیخ حسین سلیم اسد الدارانی نے کہا: شواہد کے ساتھ یہ صحیح حدیث ہے۔(۱)

اکثر خطباء حضرات کے مطالعہ میں رہنے والی بعض اردو شروح میں سراسر اس صحیح حدیث کے خلاف مذکور ہے۔ چنانچہ ایک صاحب لکھتے ہیں:

"حضرت عائشہ صورت، سیرت، علم، عمل، فصاحت، فطانت، ذکاوت، عقل، حضور کی محبوبیت وغیرہ ہزار ہا صفات کی جامع ہیں، حق یہ ہے کہ آپ ساری عورتوں حتیٰ کہ خدیجۃ الکبریٰ سے بھی افضل ہیں"۔(۲)

مقررین، خطباء حضرات اور عوام کو چاہیئے کہ وہ حکیم الامت نعیمی کے اس قول سے اجتناب کریں، کیونکہ یہ مذکور الصدر حدیث نبوی ﷺ کے منافی ہے، اور اسے روایت کرنے والا کوئی اور نہیں بلکہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

مذکورہ بالا حدیث کی روشنی میں امہات المومنین میں سے کسی بھی ام المومنین رضی اللہ عنہا کو سیدتنا خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے افضل کہنا مردود و باطل ہے۔ سیدہ خدیجہ وہ بلند ہمت اور اعلیٰ سیرت خاتون تھیں کہ اُن سے کبھی بھی محبوبِ خدا ﷺ کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں پہنچی، اُن کے گھر میں محبوب کریم ﷺ نے زندگی کے پچیس سال گذار دیے لیکن کبھی روٹھے اور نہ ہی آپ ﷺ کو کئی کئی شب و روز گھر سے باہر گذارنے کی ضرورت

---

(۱) مسند أحمد [شاكر] ج ١٧ ص ٤٥٠ حديث ٢٤٧٤٥؛ وبتحقيق الأرنؤوط، ج ٤١ ص ٣٥٦ حديث ٢٤٨٦٤؛ مجمع الزوائد ج ١٨ ص ٦٤٨، ٦٤٩ حديث ١٥٢٧١؛ سيدة خديجة أم المؤمنين، للطهماز ص ١٠٧۔

(۲) مرآة شرح مشكاة ج ٨ ص ٤٣٦۔

پیش آئی۔

سیدہ خدیجہ اور سیدہ عائشہ میں مفاضلہ پر ایک بے ڈھنگی دلیل

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وہ واحد خاتون تھیں جو کنواری حالت میں نکاحِ نبوی ﷺ میں آئیں۔ میں کہتا ہوں: یہ درست ہے، لیکن یہ بھی تو حقیقت ہے کہ ام المومنین سیدتنا خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا وہ واحد خاتون تھیں جن کو تاجدارِ عالم ﷺ بطور شوہر کنواری حالت میں عطا ہوئے اور مکمل نسلِ نور فقط اُن ہی سے چلی اور قیامت تک وہی نسلِ پاک قرآن مجید کے ساتھ چلتی رہے گی۔

مذکور الصدر حدیث کی دلچسپ تشریح کے لیے ہماری تصنیف "شرح كتاب الأربعين في فضائل آل البيت الطاهرين" کی حدیث نمبر ۲۲ کا مطالعہ فرمائیں۔

بہر حال سیدنا علی بن ابی طالب اور سیدتنا فاطمہ علیہما السلام اسی بلند ہمت اور عظیم المرتبت خاتون اور اُن کے سرتاج سید العالمین، امام الانبیاء والمرسلین ﷺ کے تربیت یافتہ تھے، جبکہ امہات المومنین میں سے کسی بھی ام المومنین کو حرمِ نبوی ﷺ میں آنے سے قبل ایسی ہستیوں کی تربیت حاصل نہیں ہوئی تھی، اسی لیے وہ دنیوی مال ومتاع کے مطالبے کی مرتکب ہوگئی تھیں تو اللہ تعالیٰ نے اُنہیں وہ موعظت ونصیحت فرمائی جو آپ پڑھ چکے ہیں۔

اب آپ خود انصاف فرمائیں کہ بارگاہِ نبوی ﷺ میں آکر دنیوی مال ومتاع کا مطالبہ کرنے والا اور حضور ﷺ کو ایلاء پر مجبور کرنے والا انسان اور مطالبہ نہ کرنے والا انسان کیا دونوں برابر ہیں؟ اگر نہیں تو پھر خود سوچیے کہ امہات المومنین رضی اللہ عنہن اور اہل کساء علیہم السلام کے مابین تقابل کرنا کہاں کی دانش مندی اور کیسی قرآن دانی ہے؟

قرآن مجید کی رو سے مسجد قباء افضل یا مسجدِ نبوی؟

آیئے! اس مسئلہ کو سمجھنے کے لیے ایک اور شانِ نزول اور اُس سے متعلق آیات

میں غور کرتے ہیں۔ انصار کے قبیلہ بنو عمرو بن عوف نے اپنے محلّہ میں مسجد بنائی تو اُن کے مدمقابل اُن کے چچا کی اولاد بنو غنم بن عوف نے حسد میں آ کر اُسی محلّہ میں ایک اور مسجد بنا دی، اس کی تعمیر کے مقاصد میں کچھ منافقین کی سازش بھی شامل تھی۔ تعمیر کے بعد وہ بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے: آپ ہماری مسجد میں تشریف لائیں اور نماز پڑھا کر افتتاح فرما دیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہاں جانے سے منع فرما دیا اور اُس مسجد کی مذمت میں اور مسجد قباء کی شان میں آیات نازل کر کے ارشاد فرمایا کہ اس مسجد کی بنیاد اول یوم سے ہی تقویٰ پر رکھی گئی اور اُس میں ایسے مردانِ خدا ہیں جو طہارت کو محبوب رکھتے ہیں، لہٰذا آپ اسی میں قیام فرمائیں اور اُدھر نہ جائیں۔ چونکہ شانِ نزول میں مسجد قباء کی تعریف آ گئی تو اس سے بعض صحابہ اسی طرح غلط فہمی کا شکار ہوئے جس طرح بہت سے لوگ سورۃ الاحزاب کی آیات ۲۷ تا ۳۵ کی شانِ نزول میں امہات المومنین کے ذکر کی وجہ سے غلط فہمی کا شکار ہوئے۔ وہ صحابہ مسجد قباء کو مسجد نبوی سے بھی افضل سمجھنے لگے، اور یہ خیال نہ کیا کہ مسجد نبوی اس تقابل و تفاضل سے مستثنیٰ ہے۔ اُن کی اس بحث کا تذکرہ بارگاہ نبوی میں پہنچا تو آپ ﷺ نے فرمایا: مسجد قباء میں خیر کثیر ہے لیکن مسجد نبوی اُس سے افضل ہے۔

اس تمہید کو مدنظر رکھتے ہوئے علامہ ابن تیمیہ کی درجِ ذیل عبارت کا بغور مطالعہ فرمائیں تو آپ پر یہ حقیقت کھل جائے گی کہ شانِ نزول میں مذکور شخص سے دوسرے لوگ افضل ہو سکتے ہیں۔ علامہ ابن تیمیہ نے پہلے سورۃ الاحزاب کی یہی آیات درج کیں، پھر اہل کساء کی شان میں ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث نقل کی اور پھر لکھا:

وَسُنَّتُهُ تُفَسِّرُ كِتَابَ اللّٰهِ وَتُبَيِّنُهُ، وَتَدُلُّ عَلَيْهِ وَتُعَبِّرُ عَنْهُ. فَلَمَّا قَالَ: "هٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي" مَعَ أَنَّ سِيَاقَ الْقُرْآنِ يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ الْخِطَابَ مَعَ أَزْوَاجِهِ، عَلِمْنَا أَنَّ أَزْوَاجَهُ وَإِنْ كُنَّ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ كَمَا دَلَّ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ، فَهٰؤُلَاءِ أَحَقُّ بِأَنْ

يَكُونُوا أَهلَ بَيتِهِ ، لِأَنَّ صِلَةَ النَّسَبِ أَقْوىٰ مِن صِلَةِ الصِّهرِ ، وَالْعَرَبُ تُطلِقُ هٰذَا الْبَيَانَ لِلاختِصَاصِ بِالْكَمَالِ لَا لِلاختِصَاصِ بِأَصْلِ الْحُكْمِ، كَقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: "لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ بِالطَّوَافِ الَّذِي تَرِدُهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ، وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ ، وَإِنَّمَا الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيهِ ، وَلَا يَتَفَطَّنُ لَهُ فَيُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ ، وَلَايَسْأَلُ النَّاسَ إِلْحَافًا". بُيِّنَ بِذٰلِكَ أَنَّ هٰذَا مُخْتَصٌّ بِكَمَالِ الْمَسْكَنَةِ ، بِخِلَافِ الطَّوَافِ فَإِنَّهُ لَا تَكْمُلُ فِيهِ الْمَسْكَنَةُ لِوُجُودِ مَنْ يُعْطِيهِ أَحْيَانًا ، مَعَ أَنَّهُ مِسْكِيْنٌ أَيْضًا . وَيُقَالُ هٰذَا هُوَ الْعَالِمُ ، وَهٰذَا هُوَ الْعَدُوُّ ، وَهٰذَا هُوَ الْمُسْلِمَ لِمَنْ كَمُلَ فِيهِ ذٰلِكَ وَإِنْ شَارَكَهُ غَيْرُهُ فِيْ ذٰلِكَ وَكَانَ دُوْنَهُ . وَنَظِيرُ هٰذَا فِي الْحَدِيْثِ مَا رَوَاهُ مُسْلِمُ فِيْ صَحِيحِهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الْمَسْجِدِ الَّذِي أُسِّسَ عَلَى التَّقْوىٰ فَقَالَ : "مَسْجِدِي هٰذَا " يَعْنِي مَسْجِدَ الْمَدِيْنَةِ ، مَعَ أَنَّ سِيَاقَ الْقُرآنِ فِي قَوْلِهِ عَنْ مَسْجِدِ الضِّرَارِ. ﴿لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَداً لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَن تَقُومَ فِيهِ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَّتَطَهَّرُوا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ﴾ [التوبة:١٠٨] يَقْتَضِي أَنَّهُ مَسْجِدُ قُبَاءَ . فَإِنَّهُ قَدْ تَوَاتَرَ أَنَّهُ قَالَ لِأَهْلِ قُبَاء :" مَا هٰذَا الطُّهُورُ الَّذِي أَثْنَى اللّٰهُ عَلَيْكُمْ بِهِ ؟ فَقَالُوا: لِأَنَّنَا نَسْتَنْجِي بِالْمَاءِ ، لٰكِنْ مَسْجِدُهُ أَحَقُّ بِأَنْ يَّكُوْنَ مُؤَسَّسًا عَلَى التَّقْوىٰ مِنْ مَسْجِدِ قُبَاءَ ، وَإِنْ كَانَ كُلٌّ مِنْهُمَا مُؤَسَّسًا عَلَى التَّقْوىٰ

وَهُوَ أَحَقُّ أَنْ يَّقُوْمَ فِيْهِ مِنْ مَسْجِدِ الضِّرَارِ . فَقَدْ ثَبَتَ عَنْهُ ﷺ : أَنَّهُ كَانَ يَأْتِي قُبَاءَ كُلَّ سَبْتٍ رَاكِبًا وَّمَاشِيًا ، فَكَانَ يَقُوْمُ فِيْ مَسْجِدِهِ الْقِيَامَ الْجَامِعَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ، ثُمَّ يَقُوْمُ بِقُبَاءَ يَوْمَ السَّبْتِ، وَفِيْ كُلٍّ مِّنْهُمَا قَدْ قَامَ فِی الْمَسْجِدِ الْمُؤَسَّسِ عَلَى التَّقْوٰى . وَلَمَّا بَيَّنَ سُبْحَانَهُ أَنَّهُ يُرِيْدُ أَنْ يُّذْهِبَ الرِّجْسَ عَنْ أَهْلِ بَيْتِهٖ وَيُطَهِّرَهُمْ تَطْهِيْرًا ، دَعَا النَّبِيُّ ﷺ أَقْرَبَ أَهْلَ بَيْتِهٖ وَأَعْظَمَهُمْ اِخْتِصَاصًا بِهٖ ، وَهُمْ : عَلِيٌّ وَفَاطِمَةُ ،وَسَيِّدَيْ شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ ﷺ، جَمَعَ اللّٰهُ لَهُمْ بَيْنَ أَنْ قَضٰى لَهُمْ بِالتَّطْهِيْرِ ، وَبَيْنَ أَنْ قَضٰى لَهُمْ بِكَمَالِ دُعَاءِ النَّبِيِّ ﷺ ، فَكَانَ مِنْ ذٰلِكَ دَلَّنَا عَلٰى أَنَّ إِذْهَابَ الرِّجْسِ عَنْهُمْ وَتَطْهِيْرَهُمْ نِعْمَةً مِّنَ اللّٰهِ ، لِيُسْبِغَهَا عَلَيْهِمْ ، وَرَحْمَةً مِنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَمْ يَبْلُغُوْهُمَا بِمُجَرَّدِ حَوْلِهِمْ وَقُوَّتِهِمْ.

’’نبی کریم ﷺ کی سنت کتابِ الٰہی کی تفسیر، تشریح، اُس کی دلالت اورتعبیر کو بیان کرتی ہے۔ پس جب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ’’ھٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي‘‘ (یہ میرے اہل بیت ہیں) باوجود اس کے کہ سیاقِ قرآن دلالت کر رہا ہے کہ خطاب آپ ﷺ کی ازواج سے ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ آپ ﷺ کی ازواج اگرچہ آپ کے اہل بیت سے ہیں، جیسا کہ قرآن اس پر دلالت کر رہا ہے لیکن یہ (اہل کساء) آپ کے اہل بیت ہونے کے زیادہ حق دار ہیں، اس لیے کہ نسبی رشتہ داری سسرالی رشتہ داری سے زیادہ قوی ہوتی ہے۔ (’’ھٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي‘‘ یہ ہیں میرے اہل بیت) اہل عرب ایسا اسلوب خصوصیت کے کمال کو ظاہر

کرنے کے لیے اپناتے ہیں نہ کہ محض خصوصیت کو ثابت کرنے کے لیے۔ مثلاً ارشادِ نبوی ﷺ ہے: ''مسکین وہ نہیں جو گھوم پھر کر مانگے تو اسے ایک آدھ لقمہ یا ایک دو کھجوریں مل جائیں، مسکین تو وہ ہے جو اتنا نہ رکھتا ہو جو اُسے (سوال سے) بے نیاز کر دے، نہ اُس کی حالت سے مسکینی ظاہر ہوتی ہو کہ اُس کو کچھ دے دیا جائے اور نہ ہی وہ لجاجت کے ساتھ سوال کرے''۔ اس سے واضح ہوا کہ یہ انداز مسکینی کے کمال کو ظاہر کرنے کے لیے ہے، بخلاف گھومنے والے کے، اُس میں کامل مسکینی نہیں ہوتی، اس لیے کہ اُسے کبھی ایسا شخص بھی دے دیتا ہے جو خود مسکین ہو۔ اور (هٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي'' یہ اسلوب ایسا ہے جیسا کہ) کہا جاتا ہے: یہ عالم ہے، یہ دشمن ہے اور یہ مسلمان ہے، ایسا تب کہا جاتا ہے جب کسی شخص میں یہ (علم، دشمنی اور اسلام کا) وصف کامل پایا جائے اگر چہ اس میں وہ شخص بھی شریک ہوتا ہے جس میں یہ وصف کم ہو۔ اس کی مثال ایک حدیث میں آئی ہے جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ سے اُس مسجد کے متعلق دریافت کیا گیا جس کی بنیاد تقوی پر رکھی گئی تو آپ نے فرمایا: میری یہ مسجد ہے، یعنی مسجد نبوی، اس کے باوجود کہ سیاقِ قرآن مسجد قباء کے متعلق ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿آپ نہ کھڑے ہوں اس میں کبھی، البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد تقوی پر رکھی گئی ہے پہلے دن سے، وہ زیادہ مستحق ہے کہ آپ کھڑے ہوں اُس میں، اُس میں ایسے لوگ ہیں جو پسند کرتے ہیں صاف ستھرا رہنے کو اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے پاک صاف لوگوں سے﴾ تقاضا کرتا ہے کہ وہ مسجد قباء ہے۔ پس تواتر کے ساتھ ثابت ہے

کہ آپ ﷺ نے اہل قباء سے پوچھا: یہ کیسی پاکیزگی ہے جس کی بدولت اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعریف فرمائی ہے؟ اُنہوں نے عرض کیا: ہم پانی سے استنجا کرتے ہیں۔ لیکن مسجدِ قباء کے مقابلہ میں مسجدِ نبوی کی بنیاد کا تقویٰ پر ہونا زیادہ حق رکھتا ہے، اگرچہ دونوں کی بنیاد تقوی پر رکھی گئی ہے اور وہ مسجد ضرار کے بجائے زیادہ حق رکھتی ہے کہ اس میں قیام کیا جائے، پس ثابت ہے کہ آپ ﷺ ہر ہفتہ کو پاپیادہ اور سوار ہو کر قباء میں تشریف لاتے تھے، لیکن آپ مسجد نبوی میں قیامِ جامع یعنی جمعہ کا قیام فرماتے تھے، پھر ہفتہ کے دن مسجد قباء میں قیام فرماتے تھے، اور اُن دونوں میں آپ کا قیام اس بات کی علامت تھی کہ اُن کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔ اور جب اللہ ﷻ نے بیان فرمایا کہ وہ چاہتا ہے کہ رِجس (ہر طرح کی پلیدی) کو آپ ﷺ کے اہل بیت سے دور لے جائے اور انہیں خوب پاک فرمادے تو نبی کریم ﷺ نے اپنے اہل بیت میں سے سب سے بڑھ کر مقربین کو اور اختصاص کے لحاظ سے سب سے زیادہ مقدم ہستیوں کو بلایا، اور وہ علی وفاطمہ رضی اللہ عنہما اور نوجوانانِ اہل جنت کے سرادر (حسنین کریمین) ہیں، تا کہ ظاہر ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے تطہیر اور دعاء نبوی ﷺ کے کمال کا فیصلہ فرمایا ہے۔ پس یہ اُس بات کی دلیل ہے جس کو ہم ثابت کر رہے ہیں کہ اُن سے پلیدی کو دور رکھنا اور اُنہیں پاک رکھنا وہ انعامِ الٰہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اُن پر فرمانا چاہا اور یہ اللہ ﷻ کی ایسی رحمت اور فضل ہے جس تک وہ اپنی جدوجہد اور عبادت سے نہیں پہنچے تھے"۔ (۱)

---

(۱) حقوق أهل البيت لابن تيمية ص ۲۶، ۲۷۔

علامہ ابن تیمیہ کے کلام سے واضح ہوا کہ جس طرح مسجد قباء اور مسجد نبوی دونوں کی بنیاد تقوی پر رکھی گئی اور وہ دونوں حق رکھتی ہیں کہ اُن میں حضور ﷺ قیام فرما ہوں لیکن ان دونوں میں سے زیادہ حق دار اور افضل مسجد نبوی شریف ہے، اگرچہ شانِ نزول میں مسجد نبوی کا نہیں بلکہ مسجد قباء کا ذکر ہے۔ اسی طرح امہات اور اہل کساء رضی اللہ عنہم دونوں اہل بیت ہیں لیکن اہل کساء علیہم السلام اہل بیت ہونے کا زیادہ حق رکھتے ہیں، اگرچہ شانِ نزول میں اہل کساء علیہم السلام کا نہیں بلکہ امہات رضی اللہ عنہن کا ذکر ہے۔

امہات خیر پر مگر اہل کساء افضل

تردید روافض میں اگرچہ علامہ ابن تیمیہ سے اُن کی بعض کتب میں متعدد مقامات پر تنقیصِ اہل بیت بھی ہوئی، لیکن یہاں اُنہوں نے حق و انصاف کی بات لکھی ہے۔ بلاشبہ شانِ نزول کے لحاظ سے سورۃ الأحزاب کی آیت نمبر ۲۷ تا ۳۵، امہات المومنین کے حق میں نازل ہوئیں لیکن اہل بیت کا اختصاص اور تطہیر کے کمال سے جو ہستیاں مخصوص ہیں وہ اہل کساء ہیں، لہٰذا محض شان نزول کی وجہ سے غلط فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہیئے۔ اکثر علماء اِس مسئلہ میں اُسی طرح غلط فہمی کا شکار ہوئے جس طرح بعض صحابہ مسجد قباء اور مسجد ضرار کی شانِ نزول کی وجہ سے غلط فہمی کا شکار ہوئے تھے۔ وہ اِس غلط فہمی کا شکار کیوں ہوئے تھے؟ فقط اس لیے کہ انہوں نے مسجد ضرار اور مسجد قباء کے تذکرہ میں خواہ مخواہ مسجدِ نبوی کو شامل کر لیا تھا، جیسا کہ کچھ مفسرین نے امہات رضی اللہ عنہن اور جاہلیت اُولیٰ کی عورتوں کے تذکرہ میں خواہ مخواہ اہل کساء علیہم السلام کو شامل کر لیا۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ غلط فہمی تب دور ہوئی جب اُنہوں نے بارگاہِ نبوی ﷺ میں رجوع کیا۔ چنانچہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: بنو خدرہ اور بنو عمرو بن عوف کے دو شخصوں کے درمیان بحث چھڑ گئی کہ وہ مسجد کون سی ہے جس کی

بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی؟ اس پر سیدنا ابو سعید خدری ﷺ نے فرمایا: وہ مسجد نبوی ہے۔ دوسرے شخص نے کہا: وہ مسجد قباء ہے۔ پھر وہ دونوں شخص رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا:

هُوَ هٰذَا ، يَعْنِي مَسْجِدَهُ ، وَفِي ذٰلِكَ خَيْرٌ كَثِيرٌ.

''وہ یہ ہے، یعنی مسجد نبوی، اور اُس (مسجد قباء) میں بھی خیر کثیر ہے''۔(۱)

جس طرح یہاں مسجد نبوی ﷺ کو مسجد قباء سے افضل فرمایا گیا اور مسجد قباء کے بارے میں آیا کہ اُس میں خیر کثیر ہے، اسی طرح احادیث مبارکہ میں اہل کساء کو خاص قرار دیا گیا اور اُمہات المومنین کے بارے میں آیا کہ وہ خیر پر ہیں۔ چنانچہ ام المومنین سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَلَّلَ عَلَى الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَعَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ كِسَاءً ، ثُمَّ قَالَ : اللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي وَخَاصَّتِي ، أَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا . فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: وَأَنَا مَعَهُمْ يَارَسُولَ اللّٰهِ ؟ قَالَ : إِنَّكِ عَلٰى خَيْرٍ.

نبی کریم ﷺ نے سیدنا حسن، سیدنا حسین، سیدنا علی اور سیدتنا فاطمہ پر چادر ڈالی، پھر فرمایا: اے اللہ! یہ میرے اہل بیت اور میرے خاص ہیں،

---

(۱) الجامع الكبير وهو سنن الترمذي ج١ ص٣٥٥ حديث ٣٢٣؛ المصنّف لابن أبي شيبة [عوامة] ج٥ ص١٦٧، ١٦٨ حديث ٧٦٠١؛ مسند أحمد [شاكر] ج١٠ ص٧٦ حديث ١١١٢١؛ مسند أبي يعلىٰ ج٢ ص٢٧٢، ٢٧٣ حديث ٩٨٥؛ صحيح ابن حبان ج٤ ص٥٠٦ حديث ١٦٢٦؛ المستدرك ج١ ص٤٨٧، وط: ج١ ص٦٦٢ حديث ١٧٩١۔

ان سے پلیدی کو دور رکھا اور انہیں خوب پاک فرمادے۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ میں بھی ان میں شامل ہوں؟ فرمایا: تم خیر پر ہو"۔(۱)

بعض احادیث میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پہلے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے اہل کساء میں سے ہونے کی نفی فرمائی اور پھر فرمایا تم خیر پر ہو۔ چنانچہ وہ خود فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا:

وَأَنَا مِنْهُمْ ، قَالَ : لَا ، وَأَنْتِ عَلَىٰ خَيْرٍ.

"اور میں بھی ان میں سے ہوں، فرمایا: نہیں، اور تم خیر پر ہو"۔(۲)

بعض احادیث میں یہاں تک آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اُن کے ہاتھوں سے چادر کے کونے کو کھینچ لیا۔ چنانچہ وہ فرماتی ہیں:

فَرَفَعْتُ الْكِسَاءَ لِأَدْخُلَ مَعَهُمْ ، فَجَذَبَهُ مِنْ يَدِي ، وَقَالَ: إِنَّكِ عَلَىٰ خَيْرٍ.

"میں نے چادر اٹھائی تا کہ اُن کے ساتھ داخل ہو جاؤں تو آپ ﷺ نے میرے ہاتھ سے چادر کھینچ لی اور فرمایا: تم بھلائی پر ہو"۔(۳)

---

(۱) سنن الترمذي ج٦ ص ١٧٣، ١٧٤ حديث ٣٨٧١؛ مسند أحمد ج ٤٤ ص ١١٨ حديث ٢٦٥٠٨ وص ٢١٧ حديث ٢٦٥٩٧؛ فضائل الصحابة للإمام أحمد ج ٢ ص ٧٢٦، ٧٢٧ حديث ٩٩٤؛ شرح مشكل الآثار ج ٢ ص ٢٣٩ حديث ٧٦٦؛ المعجم الكبير ج ٢٣ ص ٣٣٤ حديث ٧٧٣۔

(۲) مسند أبي يعلى ج ١٢ ص ٣١٣ حديث ٦٨٨٨۔

(۳) مسند أحمد ج ٦ ص ٣٢٣ وط: ج ٨ ص ٦٤٩ حديث ٢٧٢٨٢؛ فضائل =

کیا آیاتِ احزاب اُمہات کو سنائی گئی تھیں؟

سوال پیدا ہوتا ہے کہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اہل کساء کے ساتھ چادر میں داخل ہونے کی آرزو کیوں کی؟ کیا اُنہوں نے امہات کی شان میں یہ آیات نہیں سنی تھیں؟ جب قرآن مجید میں واضح حکم ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ﴾ (اے نبی! اپنی ازواج کو فرما دیں) تو یہ کیونکر تصور کیا جا سکتا ہے کہ جن کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئیں اُنہیں آگاہ ہی نہ کیا گیا ہو اور سیدنا علی، فاطمہ، حسن اور حسین علیہم السلام کو چادر میں لے کر اُن کے سامنے آیت کا مخصوص ٹکڑا ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ تلاوت فرما کر اُن کی شان کو اُجاگر کرنا شروع کر دیا گیا؟

اگر اِس سوال کا جواب نفی میں ہو تو معاذ اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عدم تبلیغ اور خیانت کا الزام آتا ہے اور اگر جواب اثبات میں ہو تو پھر اِن آیات کو سننے اور سمجھنے کے باوجود سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اہل کساء کے ساتھ شامل ہونے کی آرزو کیوں کی؟

کیا یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ بعض مفسرین کو تو یہ بات سمجھ آ گئی کہ ازواج مبارکہ رضی اللہ عنہن بشمول اہل کساء سب سے افضل ہیں، لیکن یہ بات خود امہات المومنین رضی اللہ عنہن کو سمجھ نہ آئی اور وہ اپنے بارے میں نازل شدہ آیات کو سننے اور سمجھنے کے باوجود اہل کساء علیہم السلام میں شامل ہونے کی آرزو فرماتی رہیں؟

حیرت ہے کہ امہات المومنین رضی اللہ عنہن نے تو اہل کساء علیہم السلام کو عام

= الصحابة ج۲ ص ۷۴۵ حديث ۱۰۲۹؛ مسند أبي يعلىٰ ج۶ ص ۸۶ حديث ۶۸۷۶، وص ۱۲۳ حديث ۶۹۹۱، وط: ج۱۲ ص ۲۶ ۷ وص ۳۴۴ حديث ۶۹۱۲؛ المعجم الكبير ج ۱۰ ص ۸۸ حديث ۱۹۲۳۱؛ الذرية الطاهرة للدولابي ص ۱۰۸ حديث ۲۰۲؛ تبيان القرآن ج۹ ص ۴۴۲۔

نہیں سمجھا مگر بعض لوگوں نے اُمہات رضوان اللہ علیہن کی فہم کے برعکس اُنہیں عام لوگوں میں شامل کر دیا ہے۔ چنانچہ بعض شارحین حدیث لکھتے ہیں:

''میں کہتا ہوں: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے افضل النساء ہونے میں کوئی شک نہیں مگر وہ ازواج مطہرات کے بعد سب سے افضل ہیں، ازواج مبارکہ کے افضل النساء ہونے پر صریح قرآن ناطق ہے:

یٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ.

(الاحزاب: ۳۲)

''اے نبی کی ازواج! تم عورتوں میں سے کسی کی مثل نہیں ہو اگر تم (اللہ سے) ڈرتی ہو''۔(۱)

ایک اور شارحِ حدیث کا بھی یہی موقف ہے، اُنہوں نے سیدہ فاطمہ اور امہات رضی اللہ عنہن کے تفاضل میں تین اقوال نقل کیے اور دوسرے قول کو ترجیح دی۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''ترجیح دوسرے قول کو ہے کہ جناب عائشہ و خدیجہ حضرت فاطمہ زہرا سے افضل ہیں کہ وہ ماں ہیں اور جناب فاطمہ زہرا بیٹی۔ نیز جنت میں وہ دونوں حضور کے ساتھ ہوں گی حضرت فاطمہ علی کے ساتھ۔ نیز حضرت عائشہ بڑی فقیہہ عالمہ مجتہدہ ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: یٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ''. (اے نبی کی ازواج! تم عورتوں میں سے کسی کی مثل نہیں ہو اگر تم (اللہ سے) ڈرتی ہو)۔(۲)

---

(۱) نعمة الباري ج٦ ص٨٩٦۔

(۲) مرآة المناجيح شرح مشكاة المصابيح ج٨ ص٤٠٠۔

اِن دونوں شارحین نے سیدۂ کائنات علیہا السلام کو پہلے عام خواتین میں سے باور کرلیا پھر اُنہیں اُن عام خواتین سے تو افضل کہا لیکن امہات سے کم قرار دیا۔ جبکہ نبی کریم ﷺ نے خود اسی آیت کے نزول کے وقت چار نفوس مقدسہ (سیدنا علی، فاطمہ، حسن اور حسین علیہم السلام) کو چادر میں لے کر فرمایا تھا: ''اے اللہ! یہ میرے اہل بیت اور میرے خاص ہیں''۔ جیسا کہ اوپر حدیث گزر چکی ہیں۔ غور فرمایئے! جنہیں حضور ﷺ اپنے خاص فرما رہے ہیں اور ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اُن خواص میں شمولیت کی آرزو فرما رہی ہیں، اُنہیں عام میں شمار کرنا، کیا آوازِ نبوی ﷺ پر آواز بلند کرنے کے مترادف نہیں؟ کسی فرقے کی تردید میں اس حد تک آگے نکل جانا کہ اپنا ہی نقصان ہو جائے، کہاں کی دانش مندی اور سنیت ہے؟

نبی کریم ﷺ نے جب چاروں نفوس مبارکہ کو ''خَاصَّتِيُ'' (اپنے خاص) فرمایا، اُن میں سے کسی ایک فرد کو عوام میں سے سمجھنا سب کی خصوصیت کے انکار اور فرمانِ نبوی ﷺ سے انحراف کے مترادف ہے۔ سیدۃُ نساءِ العالمین، سیدۃُ نساءِ المومنین اور سیدۃُ نساءِ اهلِ الجنۃ علیہا السلام کو عام خواتین میں سے سمجھنا اور اُمہات المومنین کو اُن سے افضل سمجھنا کھلی غلط فہمی اور وہم ہے۔ صریح احادیث نبویہ میں سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو اُن کی تمام ماؤں سے افضل فرمایا گیا ہے۔

افضلیتِ امہات رضی اللہ عنہن میں حماقت پر مبنی قول

امہات المومنین رضی اللہ عنہن کو سیدہ کائنات علیہا السلام سے اس لیے افضل کہنا کہ وہ مائیں ہیں، اس قول کو اکابر اسلاف کرام نے جہالت، غباوت اور حماقت قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لیے راقم الحروف کی تصنیف ''**شرح كتاب الأربعين في فضائل آل البيت الطاهرين**'' ملاحظہ فرمائیں۔

اسی طرح کچھ لوگ بعض فرقوں کی ضد میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی

اللہ عنہا کو ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا سے افضل کہتے ہیں، یہ بھی وہم اور صریح احادیث کے خلاف ہے، جیسا کہ ہم اس سے قبل بعض احادیث نقل کر چکے ہیں۔

کیا نزولِ آیت چادر اُوڑھنے کی حالت میں ہوا؟

جو لوگ کہتے ہیں کہ آیت تطہیر اُمہات المومنین رضی اللہ عنہن کے حق میں نازل ہوئی، وہ دو دلیلیں پیش کرتے ہیں:

۱۔ اوّلاً یہ کہ آیت تطہیر سورۃ الاحزاب کی ۳۳ ویں آیت ہے، جبکہ امہات المومنین سے جو خطاب ہوا وہ (الأحزاب: ۲۷ تا ۳۵) تک مسلسل ہے اور اِن سب آیات میں روئے سخن امہات رضی اللہ عنہن ہی کی طرف ہے۔

میں کہتا ہوں: سیاق وسباق کے لحاظ سے اُن کی یہ دلیل درست ہے۔

لیکن جو لوگ آیت تطہیر کو فقط اہل کساء علیہم السلام سے مخصوص کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ آیت نمبر ۳۳ میں دو مقام پر "کُمْ"، ضمیر مذکر کا آنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ آیت صرف اہل کساء علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئی۔

۲۔ اس کے جواب میں دوسرے لوگ کہتے ہیں: "کُمْ"، ضمیر مذکر کا آنا لفظ "أَهْلُ الْبَيْتِ" کی وجہ سے ہے، اور اس پر وہ قرآنی شواہد بھی پیش کرتے ہیں۔

میں کہتا ہوں: اُن کا یہ قول بھی درست ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ خود جس ہستی پر قرآن حکیم کا نزول ہوا، اُس ہستی نے اس موقع پر چار نفوس مبارکہ کو چادر اوڑھا کر فقط آیت نمبر ۳۳ کا مخصوص جملہ کیوں پڑھا؟ بلکہ بعض احادیث میں تو آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں چادر اوڑھائی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ ہم آپ کے سامنے وہ احادیث پیش کرتے ہیں، آپ خود ہی اُن کی توجیہ بیان کر دیجئے گا۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک صبح کو رسول اللہ ﷺ باہر نکلے تو اُس وقت آپ کے جسم اقدس پر کالے

بالوں سے بُنی ہوئی اونٹ کے کجاوے کی تصویر کی مانند منقش چادر تھی، پس سیدنا حسن آئے تو آپ نے اُنہیں اُس میں لے لیا، پھر حسین آئے تو وہ بھی اُس میں داخل ہو گئے، پھر فاطمہ آئیں تو اُنہیں بھی داخل فرما لیا، پھر علی آئے تو اُنہیں بھی داخل فرمالیا، پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ (اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے دور کردے پلیدی کو اے اہل بیت اور تمہیں پوری طرح پاک صاف کردے)(۱)

ایسے ہی قدیم الاسلام صحابی سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ ایک طویل حدیث میں اُن سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے فرمایا:

وَلَمَّا نَزَلَتْ : ﴿إِنَّما يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ دَعَا رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلِيًّا، وَفَاطِمَةَ وَحَسَناً، وَحُسَيْناً فَقَالَ: اللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي.

''جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے دور کر دے پلیدی کو اے اہل بیت اور تمہیں پوری طرح پاک صاف کردے﴾ تو رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی، سیدتنا فاطمہ، سیدنا حسن اور سیدنا حسین

---

(۱) مسلم ص۱۱۳٦ حديث ۲٤۲٤؛ مسند إسحاق بن راهويه ج۳ ص٦۷۸ حديث ۱۲۷۱؛ المصنف لابن أبي شيبة ج۱۷ ص۱۱۷ حديث ۳۲۷٦٥؛ الجمع بين الصحيحين ج٤ ص۲۲٥ حديث ۳٤۳٥؛ المستدرك ج۳ ص۱٤۷ وط: ج۳ ص۱٥۹ حديث ٤۷۰۷؛ جامع المسانيد لابن الجوزي ج۸ ص۱۳۷ حديث ۷۲۰۰۔

﷽ کو بلایا پھر فرمایا: اے اللہ! یہ ہیں میرے اہل بیت''۔(۱)

اسی طرح حضرت واثلہ بن اسقع ﷺ نے بھی روایت کیا ہے، اُس میں بھی مذکور ہے کہ اِن حضرات پر چادر ڈال کر حضور ﷺ نے یہی آیت تلاوت فرمائی اور پھر کہا:

اللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي ، وَأَهْلُ بَيْتِي أَحَقُّ.

''اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں اور میرے اہل بیت زیادہ حقدار ہیں''۔(۲)

اِن احادیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے چادر اوڑھا کر آیتِ تطہیر کی تلاوت فرمائی، جبکہ ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ یہ آیت نفوسِ خمسہ ہی کی شان میں نازل ہوئی۔ چنانچہ امام طحاوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ : نَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَعَلِيٍّ ، وَفَاطِمَةَ ، وَحَسَنٍ ، وَحُسَيْنٍ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ : ﴿إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾

''سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: یہ آیت: ﴿إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾ رسول اللہ، سیدنا علی، سیدہ فاطمہ، سیدنا حسن اور سیدنا حسین علیہم

---

(۱) السنن الكبرى للنسائي ج۷ ص ٤١٠ حديث ٨٣٤٢ وص ٤٢٨ حديث ٨٣٨٥؛ خصائص علي بن أبي طالب، بتحقيق البلوشي ص ٣٧ حديث ١١۔

(۲) مسند أحمد ص ١٩٥ حديث ١٦٩٨٨؛ المصنف لابن أبي شيبة ج ١١ ص ١٤٦، ١٤٧ حديث ٣٢٦٣٩؛ مجمع الزوائد ج ٩ ص ١٦٦ وط: ج ١٨ ص ٤٥٧، ٤٥٨ حديث ١٤٩٦٨۔

السلام کی شان میں نازل ہوئی''۔(۱)

ان ہی سے ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان چار نفوس مقدسہ پر چادر کا ایک کونہ ڈالا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ وہ فرماتی ہیں:

''میں اپنے گھر میں تھی کہ سیدہ فاطمہ علیہا السلام ایک برتن میں خزیرہ (ایک قسم کا کھانا) لے کر آئیں اور حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے فرمایا: اپنے شوہر اور بچوں کو بلاؤ، پس سیدنا علی اور حسن وحسین آئے، پھر وہ سب بیٹھ کر خزیرہ کھانے لگے، حضور ﷺ اُس وقت اپنے چبوترہ کی آرام گاہ میں تھے، آپ کے نیچے ایک خیبری چادر بچھی ہوئی تھی۔

(اس سے اگلے الفاظ کی عربی بھی ملاحظہ ہو)

وَأَنَا أُصَلِّي فِي الْحُجْرَةِ ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ ﷻ هٰذِهِ الآيَةَ: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ قَالَتْ : فَأَخَذَ فَضْلَ الْكِسَاءِ ، فَغَشَّاهُم بِهِ ، ثُمَّ أَخْرَجَ يَدَهُ ، فَأَلْوٰى بِهَا إِلَى السَّمَاءِ ، ثُمَّ قَالَ: اللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي وَخَاصَّتِي ، فَأَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا ، اللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي وَخَاصَّتِي ، فَأَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا ، قَالَتْ : فَأَدْخَلْتُ رَأْسِي الْبَيْتَ ، فَقُلْتُ :وَ أَنَا مَعَكُمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ؟ قَالَ:

---

(۱) شرح مشکل الآثار ج۲ ص۲۳۶ حدیث۷۶۲؛ المعجم الکبیر ج۲۳ ص۳۲۷ حدیث۷۵۰۔

إِنَّکِ إِلٰی خَیرٍ ، إِنَّکِ إِلٰی خَیرٍ.

میں اپنے حجرہ میں نماز پڑھ رہی تھی، پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ (الأحزاب: ۳۳) فرماتی ہیں: اس پر حضور ﷺ نے چادر کا بقیہ حصہ لے کر اُن سب کو اوڑھا دیا، پھر ایک ہاتھ نکال کر آسماں کی طرف بلند کیا اور دعا فرمائی: اے اللہ! یہ میرے اہل بیت اور میرے خاص ہیں، لہذا ان سے ہر عیب دار چیز کو دور کر دے اور انہیں خوب پاک فرما دے، اے اللہ! یہ میرے اہل بیت اور میرے مخصوص ہیں، لہذا ان سے ہر عیب دار چیز کو دور کر دے اور اُنہیں خوب پاک فرما دے۔ فرماتی ہیں: میں نے گھر میں سر داخل کرتے ہوئے عرض کیا: یارسول اللہ اور میں بھی آپ کے ساتھ ہوں۔ فرمایا: تم خیر کی طرف ہو، تم خیر کی جانب ہو"۔(۱)

چادر ڈال کر نو [۹] آیات میں سے فقط آیت نمبر ۳۳ کا مخصوص حصہ پڑھنا یا چار نفوس کو اکٹھا کرنے پر آیت کے اِتنے حصے کا نازل ہونا، آخر اپنے اندر کوئی معنیٰ (حقیقت) تو رکھتا ہے! کیا معنیٰ رکھتا ہے؟ وہی جو علامہ ابن تیمیہ نے بیان کیا کہ اہل کساء علیہم السلام کو امہات المومنین رضی اللہ عنہن سے مخصوص ظاہر کرنا ہے۔ مؤخر الذکر دو حدیثوں میں "وَأَهْلُ بَيْتِي أَحَقُّ" (میرے اہل بیت زیادہ حق دار ہیں" اور "وَخَاصَّتِي" (اور

---

(۱) مسند أحمد ج ٤٤ ص ١١٨ حديث ٢٦٥٠٨؛ مجمع الزوائد ج ٩ ص ١٦٦ وط: ج ٩ ص ٢٦٢ حديث ١٤٩٦٩؛ المستدرك ج ٢ ص ٤١٥، وط: ج ٣ ص ١٩٠ حديث ٣٦١١ وج ٣ ص ١٤٦، وط: ج ٤ ص ١٢٦ حديث ٤٧٥٩۔

میرے مخصوص) ہیں کے الفاظ اس معنیٰ کے قوی ترین شاہد ہیں۔

کیا آیت تطہیر مکرر نازل ہوئی؟

اس حقیقت کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ بعض مرتبہ بعض آیات کسی اہم اور خاص وجہ سے ایک سے زائد مرتبہ بھی نازل ہوتی رہیں۔ امام زرکشی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قَدْ يَنْزِلُ الشَّيْءُ مَرَّتَيْنِ تَعْظِيمًا لِشَأْنِهِ وَتَذْكِيرًا بِهِ عِنْدَ حُدُوثِ سَبَبِهِ.

"کبھی کوئی آیت اپنی عظمتِ شان کی وجہ سے اور سبب نزول کو یاد کرانے کی خاطر دو مرتبہ بھی نازل ہوتی ہے"۔(۱)

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

صَرَّحَ جَمَاعَةٌ مِنَ الْمُتَقَدِّمِينَ وَالْمُتَأَخِّرِينَ بِأَنَّ مِنَ الْقُرْآنِ مَا تَكَرَّرَ نُزُولُهُ.

"متقدمین ومتأخرین کی جماعت نے تصریح فرمائی ہے کہ قرآن کریم کی بعض آیات ایسی بھی ہیں جن کا نزول مکرر ہوا"۔(۲)

امام علم الدین سخاوی متوفّیٰ ۶۴۳ھ نے بھی بعض آیات کے مکرر نازل ہونے کا قول کیا ہے اور کہا ہے کہ سورۃ الفاتحہ بھی دوبار نازل ہوئی۔(۳)

جب یہ بات طے پاگئی کہ بعض مخصوص آیات بعض اہم وجوہ کی بنا پر مکرر نازل ہوئیں تو اس روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ سورۃ الاحزاب کی آیات ۲۷ تا ۳۵ جوامہات کے

---

(۱) البرهان في علوم القرآن، للزركشي ص ۳۲۔

(۲) الإتقان في علوم القرآن ج ۱ ص ۲۴۳۔

(۳) جمال القراء ج ۱ ص ۳۴۔

بارے میں نازل ہوئیں، اُن میں سے فقط آیت نمبر ۳۳ کو اہل کساء علیہم السلام کی شان اور افضلیت کو واضح کرنے کے لیے مکرر نازل ہوئی ہو۔ اسی بات کو ردِّ رافضیت میں مشہور مصنف علامہ ابن حجر مکی نے بھی بیان کیا ہے۔ اُنہوں نے اہل بیت کرام علیہم السلام کی شان میں نازل شدہ آیات کو جمع کیا اور پھر اُن کی تفسیر میں احادیث درج کیں۔ وہ آیت تطہیر کے تحت دوسری احادیث کے ساتھ مذکورہ بالا دو حدیثیں بھی لائے ہیں اور ان پر یوں تبصرہ کیا ہے:

فَإِنْ صَحَّتَا حُمِلَ عَلٰی نُزُوْلِهَا مَرَّتَيْنِ.

''پس اگر یہ حدیثیں صحیح ہوں تو آیت کے نزول کو دو مرتبہ سمجھا جائے گا''۔ (۱)

علامہ سید محمود آلوسی نے بھی اس احتمال کو مقرر رکھا ہے۔ (۲)

اِن دونوں حضرات نے اس آیت کے دوبار نازل ہونے کو احادیث کی صحت سے مشروط کیا ہے، اور راقم الحروف کہتا ہے کہ یہ احادیث صحیح ہیں، لہٰذا یہ احتمال مزید مؤکد ہو گیا کہ یہ آیت اہل کساء کی شان کو مزید اُجاگر کرنے کے لیے دوبارہ نازل ہوئی۔ اس امر کو مزید تقویت اس سے بھی حاصل ہوتی ہے کہ مختلف روایات کے مطابق نبی کریم ﷺ کئی ماہ تک سیدتنا فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کے دروازے سے گزرتے تو فرماتے:

الصَّلَاةُ يَا أَهْلَ الْبَيْتِ: ﴿إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾

''اے اہل بیت! نماز ﴿اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے دور کر دے ہر طرح کی پلیدی کو اے اہل بیت، اور تمہیں پوری طرح پاک صاف کر

---

(۱) الصواعق المحرقة ص ۴۲۳۔

(۲) روح المعاني ج ۲۱ ص ۳۰۳۔

دے ﷺ‘‘۔(۱)

اس تمام تفصیل سے معلوم ہوا کہ اگرچہ سورۃ الاحزاب کی آیات ۲۷ تا ۳۵ کا تعلق شانِ نزول کے لحاظ سے امہات المومنین سے ہے مگر آیت نمبر ۳۳ میں اہل کساء علیہم السلام کو مخصوص کیا گیا ہے، لہٰذا بعض لوگوں کا امہات المومنین کو اہل کساء سے افضل قرار دینا منشائے نبوی ﷺ سے متضاد ہونے کی وجہ سے مردود و باطل ہے۔

اہل کساء کا انتخاب در انتخاب

آل کا لفظ اپنے معنوی اطلاق میں کبھی عموم پر دلالت کرتا ہے اور کبھی خصوص پر، اور اس کی معرفت سیاق وسباق سے ہوتی ہے۔ جب کبھی پوری امت کو آل کے معنی میں لیا جاتا ہے تو اس وقت جملہ پیروکار مراد ہوتے ہیں اور جب کہا جائے کہ آل پر درود بھیجو یا آل کی پیروی کرو تو اس سے فقط اہل بیت مراد ہوتے ہیں۔ پھر اہل بیت کا لفظ بھی معنوی لحاظ سے اپنے اندر وسعت رکھتا ہے، اس کے معنوی اطلاق میں بنو ہاشم کے تمام مسلم، ازواج مطہرات اور نبی کریم ﷺ کی ساری اولاد آتی ہے۔ اس کے بعد اہل کساء علیہم السلام ہیں، جن میں سیدنا علی، سیدہ فاطمہ، سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہم اور خود حضور ﷺ شامل ہیں۔ اِن پانچ کے علاوہ کوئی اور انسان اہل کساء علیہم السلام میں شامل نہیں۔ دوسرے الفاظ میں یوں سمجھئے کہ آل سے اہل بیت خاص ہیں اور اہل بیت سے اہل کساء علیہم السلام مخصوص ہیں۔ اسی خصوصیت کو شہر ریاض کے باشندے شیخ عبداللہ بن صالح نے ’’اِصطفاء اللہ تعالی‘‘ (انتخابِ الٰہی) قرار دیا ہے۔ وہ ام المومنین سیدہ

---

(۱) سنن الترمذي ج ٥ ص ٢٦٣ حديث ٣٢٠٦؛ المصنف لابن أبي شيبة ج ١٢ ص ١٢٦، وط: ج ١١ ص ١٨٤ حديث ٣٢٨١١؛ شرح مشكل الآثار ج ٢ ص ٢٤٨ حديث ٧٧٤، ٧٧٥۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اُس حدیث کے تحت ''جسے ہم اہل کساء کی شان میں بحوالہ صحیح مسلم نقل کر چکے ہیں'' لکھتے ہیں:

فِيهِ الْمَنْقَبَةُ الْعَظِيمَةُ لِأَصْحَابِ الْكِسَاءِ ، بِاصْطِفَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى لَهُمْ وَتَطْهِيرِهِمْ.

''اللہ تعالیٰ نے اہل کساء کو منتخب فرمایا اور اُن کی تطہیر فرمائی، اس لیے اس حدیث میں اُن کی عظیم منقبت ہے''۔(۱)

یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ انتخابِ الٰہی کے تحت پوری مخلوق میں سے منتخب کرتے کرتے بنو ہاشم کو چنا گیا اور بنو ہاشم سے حضور اکرم ﷺ کو چنا گیا اور پھر حضور ﷺ نے اہل کساء کو منتخب فرمایا۔ چنانچہ علامہ ابن تیمیہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ظلماً شہید کیے جانے پر اُن کے قاتلین کی تردید کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وَكَانَ ذٰلِكَ مِنْ نِعْمَةِ اللّٰهِ عَلَى الْحُسَيْنِ ، وَكَرَامَتِهِ لَهُ ، لِيَنَالَ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ ، حَيْثُ لَمْ يَحْصُلْ لَهُ مِنْ أَوَّلِ الْإِسْلَامِ مِنَ الْابْتِلَاءِ وَالْامْتِحَانِ مَا حَصَلَ لِسَائِرِ أَهْلِ بَيْتِهِ ، كَجَدِّهِ ﷺ، وَأَبِيهِ وَعَمِّهِ ، وَعَمِّ أَبِيهِ رضی اللہ عنہ ، فَإِنَّ بَنِي هَاشِمٍ أَفْضَلُ قُرَيْشٍ ، وَقُرَيْشًا أَفْضَلُ الْعَرَبِ ، وَالْعَرَبَ أَفْضَلُ بَنِي آدَمَ ، كَمَا صَحَّ ذٰلِكَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ، قَوْلُهُ فِي الْحَدِيثِ الصَّحِيحِ : إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى بَنِي إِسْمَاعِيلَ ، وَاصْطَفٰى كِنَانَةَ مِنْ بَنِي إِسْمَاعِيلَ ، وَاصْطَفٰى قُرَيْشًا مِنْ كِنَانَةَ ، وَاصْطَفٰى بَنِي هَاشِمٍ مِنْ قُرَيْشٍ ، وَفِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ يَوْمَ

---

(۱) كتاب الأربعين في فضائل آل البيت الطاهرين ص١٦۔

غَدِيرِ خُمٍّ : أُذَكِّرُكُم اللّٰهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي ، أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي ، أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي . وَفِي السُّنَنِ : أَنَّهُ شَكَا إِلَيْهِ الْعَبَّاسُ : أَنَّ بَعْضَ قُرَيْشٍ يُحَقِّرُونَهُمْ ، فَقَالَ : وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يُحِبُّوكُمْ لِلّٰهِ وَلِقَرَابَتِي . وَإِذَا كَانُوا أَفْضَلَ الْخَلَائِقِ فَلَا رَيْبَ أَنَّ أَعْمَالَهُمْ أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ ، وَكَانَ أَفْضَلُهُمْ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ ، الَّذِي لَا عِدْلَ لَهُ مِنَ الْبَشَرِ ، فَفَاضِلُهُمْ أَفْضَلُ مِنْ كُلِّ فَاضِلٍ مِنْ سَائِرِ قَبَائِلِ قُرَيْشٍ وَالْعَرَبِ.

''اور شہادت کا یہ رتبہ امام حسین رضی اللہ عنہ پر انعام اور اعزازِ الٰہی ہے، تاکہ وہ مراتبِ شہداء پر فائز ہوں، کیونکہ اوائل اسلام میں اُنہیں اس طرح ابتلاء وآزمائش نہیں پہنچی تھی جس طرح اُن کے خانوادہ کے دوسرے حضرات کو پہنچی تھی، جیسا کہ اُن کے جد کریم ﷺ، اُن کے بابا، اُن کے چچا اور اُن کے بابا کے چچا رضی اللہ عنہم۔ سو بیشک بنو ہاشم قریش سے افضل ہیں اور قریش عرب سے افضل ہیں اور عرب پوری اولادِ آدم سے افضل ہیں، جیسا کہ نبی کریم ﷺ سے صحیح حدیث منقول ہے: بیشک اللہ تعالیٰ نے اولادِ اسماعیل علیہ السلام کو منتخب فرمایا اور بنو اسماعیل سے کنانہ کو منتخب فرمایا اور کنانہ سے قریش کو منتخب فرمایا اور قریش سے بنو ہاشم کو منتخب فرمایا۔ اور صحیح مسلم میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے غدیر خم کے دن فرمایا: میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ تعالیٰ یاد دِلاتا ہوں، میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ تعالیٰ یاد دِلاتا ہوں، میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ تعالیٰ یاد دِلاتا ہوں، اور سنن میں ہے کہ سیدنا

عباس رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں شکایت کی کہ قریش ان کی تحقیر کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا: اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے وہ اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوں گے جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی خاطر اور میری قرابت کے باعث تمہیں محبوب نہ رکھیں۔ سو جب وہ تمام مخلوقات سے افضل ہیں تو لاریب ان کے اعمال بھی تمام اعمال سے افضل ہیں، اور اُن سب سے افضل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، پوری انسانیت میں جن کا کوئی ہمسر ہی نہیں، لہٰذا اُن کا فاضل قریش سے اور عرب کے تمام قبائل سے افضل ہے"۔(۱)

علامہ ابن تیمیہ نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے بات شروع کر کے کہاں ختم فرمائی؟ اگر آپ اِس آغاز واختتام کی کڑیوں کو جوڑ کر دیکھیں گے تو اِس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ اہل کساء علیہم السلام تمام عرب، تمام قریش اور تمام بنو ہاشم سے افضل ہیں۔ اہل کساء میں جو کوئی فاضل (علم وفضیلت والا) ہے وہ قریش کے ہر فاضل سے افضل ہے۔ یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم میں سے تین خلفاء قریش سے ہیں اور چوتھے خلیفہ بنو ہاشم سے اور پھر اہل کساء علیہم السلام سے ہیں۔

پوری امت میں اہل کساء علیہم السلام کی اس خصوصیت وافضلیت کی عظیم ترین دلیل حدیث المباہلۃ بھی ہے۔ چونکہ مباہلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقط اہل کساء رضی اللہ عنہم کو ہی لے گئے تھے، حالانکہ بنو ہاشم کے تمام اہل بیت موجود تھے، ازواج مطہرات موجود تھیں اور تمام بڑے اور نامور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی موجود تھے، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فقط سیدنا علی، سیدہ

---

(۱) رأس الحسين لابن تيمية مع استشهاد الحسين للإمام ابن جرير الطبري ص ۲۰۰، ۲۰۱؛ مجموعة الفتاویٰ لابن تيمية ج۲۷ ص ۲۴۸، ۲۴۹۔

فاطمہ، سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہم کو منتخب فرمایا، کیوں؟ اس لیے کہ پوری اُمت سے اور پھر اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم سے اہل کساء علیہم السلام مخصوص ہیں۔ علامہ صفی الرحمان مبارکپوری لکھتے ہیں:

وَ إِنَّمَا أَحْضَرَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ أَحْضَرَ لِأَنَّهُمْ أَحَبُّ أَقَارِبِ الرَّجُلِ، وَأَخَصُّهُمْ.

''نبی کریم ﷺ جن کو میدان میں لائے فقط اس لیے لائے کہ انسان اپنے محبوب ترین اور مخصوص ترین رشتہ داروں کو لاتا ہے''۔(۱)

ملا علی قاری نے اہل کساء کے چاروں نفوس مقدسہ کو مباہلہ میں لینے کی فرداً فرداً حکمت بیان کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

دَعَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَلِيًّا فَنَزَلَ مَنْزِلَةَ نَفْسِهِ لِمَا بَيْنَهُمَا مِنَ الْقَرَابَةِ وَالإِخْوَةِ، (وَفَاطِمَةَ) أَيْ أَخَصَّ النِّسَاءِ مِنْ أَقَارِبِهِ (وَحَسَنًا وَّحُسَيْنًا) فَنَزَلَهُمَا مَنْزِلَةَ ابْنَيْهِ ﷺ، فَقَالَ : اللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي.

''نبی کریم ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بلایا تو اُنہیں ''أَنْفُسَنَا'' (اپنے مقام پر رکھا) اس لیے کہ دونوں میں قربت واخوت ہے، اور سیدہ فاطمہ کو لیا، کیونکہ آپ کی اقارب خواتین میں سے وہ مخصوص ترین ہیں، اور حسنین کریمین کو بلایا تو اُنہیں اپنے بیٹوں کی جگہ پر رکھا، پھر عرض کیا: اے اللہ! یہ میرے اہل (بیت) ہیں''۔(۲)

---

(۱) منة المنعم في شرح صحيح مسلم ج٤ ص ٨٩۔

(۲) مرقاة شرح المشكاة ج ١١ ص ٢٨٦۔

شیخ عبداللہ بن صالح بن محمد العبید حدیث المباہلہ کے فوائد میں لکھتے ہیں:

الثَّانِيَةُ : فِيهِ الْإِشَارَةُ إِلَى أَنَّ أَصْحَابَ الْكِسَاءِ هُمْ أَخَصُّ آلِ الْبَيْتِ . الثَّالِثَةُ : فِيهِ عِظَمُ مَحَبَّتِهِ ﷺ لِأَصْحَابِ الْكِسَاءِ ، وَيَدُلُّ عَلَىٰ ذَٰلِكَ مُبَاهَلَتُهُ بِهِمْ.

''دوسرا فائدہ: اس میں اشارہ ہے کہ اہل کساء رضی اللہ عنہم اہل بیت میں مخصوص ترین ہیں۔ تیسرا فائدہ: اہل کساء کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی محبت کا عظیم ہونا ہے، اس محبت کی دلیل مباہلہ میں اُنہیں ساتھ رکھنا ہے''۔(۱)

روئے زمین کے خاندانوں سے بنو ہاشم کا افضل ہونا اور پھر بنو ہاشم سے اہل کساء علیہم السلام کا افضل ہونا، اُن کا نبی کریم ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب ہونا اور آپ کے مخصوص ترین ہونا، کیا اہل کساء علیہم السلام کی افضلیت پر اس بڑھ کر اور کوئی دلیل ہو سکتی ہے؟ علماء کرام نے آیتِ مباہلہ اور حدیثِ مباہلہ کی تشریح میں کیا ہی خوب لکھا ہے:

وَفِيهِ دَلِيلٌ لَاشَيْءَ أَقْوىٰ مِنْهُ عَلىٰ فَضْلِ أَصْحَابِ الْكِسَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ.

''اس میں دلیل ہے کہ اہل کساء علیہم السلام کی فضیلت میں اس سے زیادہ قوی کوئی چیز نہیں ہے''۔(۲)

---

(۱) كتاب الأربعين في فضائل آل البيت الطاهرين ص ١٩۔

(۲) الكشاف ج ١ ص ٣٩٧؛ فتوح الغيب للطيبي ج ٤ ص ١٣٢؛ البحر المحيط ج ٢ ص ٥٠٣؛ السراج المنير للشربيني ج ١ ص ٣٤٨؛ الصواعق المحرقة ص ٤٤؛ جواهر العقدين للسمهودي ص ٢٠٥؛ رشفة الصادي ص ٦١۔

ایسے امور کی وجہ سے متعدد علماء اہل سنت نے اہل کساء کو پوری امت سے افضل قرار دیا ہے اور انہیں افضلیت کی بحث سے مستثنیٰ کہا ہے۔

اہل کساء کی دوسروں پر افضلیت

اس سلسلے میں علماء اہل سنت کی چند عبارات پیش خدمت ہیں۔ اس سے قبل علامہ ابن تیمیہ کی عبارت میں یہ تصریح آ چکی ہے کہ بنو ہاشم کا خاندان تمام مخلوق سے افضل ہے اور پھر اُن سے اہل کساء افضل ہیں۔ بنو ہاشم کی افضلیت کو ایک حدیث میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ امام نور الدین سمہودی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَقَدْ جَاءَ فِي حَدِيْثٍ أَفْضَلِيَّةُ بَنِيْ هَاشِمٍ عَلٰى غَيْرِهِمْ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ : قَالَ لِيْ جِبْرِيْلُ : قَلَّبْتُ الْأَرْضَ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا فَلَمْ أَجِدْ رَجُلاً أَفْضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ : وَقَلَّبْتُ الْأَرْضَ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا فَلَمْ أَجِدْ بَنِيْ أَبٍ أَفْضَلَ مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ.

”اور ایک حدیث میں بنو ہاشم کی دوسروں پر افضلیت بھی آئی ہے، ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے جبریل علیہ السلام نے بتایا کہ میں نے مکمل روئے زمین کا دورہ کیا اور گہری نظر سے دیکھا، پس میں نے (سیدنا) محمد ﷺ سے افضل کسی شخص کو نہیں پایا، اور میں نے زمین کی مشرقوں اور مغربوں کو چھان مارا لیکن میں نے بنو ہاشم سے افضل کسی خاندان کو نہیں پایا“۔(۱)

---

(۱) جواهر العقدين في فضل الشرفين ص ٢١٤۔

یہ حدیث درجِ ذیل کتب میں بھی آئی ہے اور اسے معتمد ناقدین حدیث نے صحیح مانا ہے۔(۱)

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے متعلق فرمایا ہے:

قَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ فِيْ أَمَالِيْهِ : لَوَائِحُ الصِّحَّةِ ظَاهِرَةٌ عَلٰى صَفُحَاتِ هٰذَا الْمَتَنِ.

''حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اپنی ''أمالي'' میں فرمایا: اس حدیث کے متن کی صحت کے آثار بالکل واضح ہیں''۔(۲)

یہ اور اِن جیسی دوسری احادیث کو پیش نظر رکھتے ہوئے امام سمہودی اور علامہ ابن حجر مکی نے اہل کساء علیہم السلام کی شان میں لکھا ہے:

فَأَقَامَهُمْ فِيْ ذٰلِکَ مَقَامَ نَفْسِهٖ.

''پس نبی کریم ﷺ نے اُنہیں اس شان میں اپنے مقام پر رکھا ہے''۔(۳)

---

(۱) کتاب السنة لابن أبي عاصم ص۶۱۸ حدیث ۱۴۹۴؛ فضائل الصحابة ج۲ ص ۷۷۹، ۷۸۰ حدیث ۱۰۷۳؛ المعجم الأوسط ج۷ ص ۱۵۵ حدیث ۶۲۸۱؛ شرف المصطفیٰ ج۲ ص ۲۴؛ دلائل النبوة للبیهقي ج۱ ص ۱۷۶؛ الفوائد لابن مندة ج۲ ص ۱۷۷؛ الذریة الطاهرة للدولابي ص ۱۲۲؛ الوفا لابن الجوزي ص ۷۲، ۷۳ حدیث ۴۵۴۰؛ السیرة النبویة لابن کثیر ج۱ ص ۲۵۲؛ البدایة والنهایة ج۲ ص ۲۱۲، وط: ج۳ ص ۲۶؛ مجمع الزوائد ج۸ ص ۳۹۹، ۴۰۰؛ فتاوی رضویه ج۳۰ ص ۲۳۵۔

(۲) الحاوِي للفتاوِي ج۲ ص ۲۵۶ وط: ص ۶۱۸۔

(۳) جواهر العقدین ص ۲۰۴؛ الصواعق المحرقة ص ۴۲۲۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ مشہور حدیث ”سَلْمَانُ مِنَّا أَهْلَ الْبَيْتِ“ کی تشریح میں لکھتے ہیں:

وَلِمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَبْدًا مَحضًا قَدْ طَهَّرَهُ اللّٰهُ وَأَهْلَ بَيْتِهٖ تَطْهِيْرًا وَأَذْهَبَ عَنْهُمُ الرِّجْسَ، وَهُوَ كُلُّ مَايَشِيْنُهُمْ، فَإِنَّ الرِّجْسَ هُوَ الْقَذْرُ عِنْدَ الْعَرَبِ، هٰكَذَا حَكَى الْفَرَّاءُ. قَالَ تَعَالٰى: ﴿ إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾ فَلَا يُضَافُ إِلَيْهِمْ إِلَّا مُطَهَّرٌ، وَلَا بُدَّ فَإِنَّ الْمُضَافَ إِلَيْهِمْ هُوَ الَّذِيْ يَشْبَهُهُمْ، فَمَا يُضِيْفُوْنَ لِأَنْفُسِهِمْ إِلَّامَنْ لَهٗ حُكْمُ الطَّهَارَةِ وَالتَّقْدِيْسِ، فَهٰذِهٖ شَهَادَةٌ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ لِسَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ بِالطَّهَارَةِ وَالْحِفْظِ الإِلٰهِيِّ وَالْعِصْمَةِ حَيْثُ قَالَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ”سَلْمَانُ مِنَّا أَهْلَ الْبَيْتِ“ وَ شَهِدَ اللّٰهُ لَهُمْ بِالتَّطْهِيْرِ وَذِهَابِ الرِّجْسِ عَنْهُمْ. وَ إِذَا كَانَ لَا يُضَافُ إِلَيْهِمْ إِلَّا مُطَهَّرٌ مُقَدَّسٌ وَحَصَلَتْ لَهُ الْعِنَايَةُ الإِلٰهِيَّةُ بِمُجَرَّدِ الإِضَافَةِ، فَمَا ظَنُّكَ بِأَهْلِ الْبَيْتِ فِيْ نُفُوْسِهِمْ فَهُمُ الْمُطَهَّرُوْنَ بَلْ هُمْ عَيْنُ الطَّهَارَةِ.

”کیونکہ رسول اللہ ﷺ خالص عبد ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کے اہل بیت کو کامل طہارت سے نوازا اور اُن سے رجس کو دور کر دیا، اور ہر معیوب چیز رجس ہے، کیونکہ عرب کے نزدیک رجس ہر نامناسب چیز کو کہتے ہیں، جیسا کہ امام فراء نے بیان کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے دور کر دے پلیدی کو اے اہل بیت اور تمہیں پوری طرح پاک صاف کر دے﴾ پس

اہل بیت کرام علیہم السلام کی طرف فقط پاک کی ہی نسبت کی جا سکتی ہے، اور لازمی ہے کہ اُن کی طرف اُسے منسوب کیا جائے جو اُن کے مشابہ ہو، پس اہل بیت اپنی طرف نہیں منسوب کریں گے مگر اسی کو جس کے لیے طہارت و تقدیس کا حکم حاصل ہو، پس رسول اللہ ﷺ نے سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے حق میں طہارت، حفظِ الٰہی اور عصمت کی شہادت دی، جب آپ نے فرمایا: ''سلمان ہم اہل بیت سے ہے'' جبکہ اللہ تعالیٰ نے اہل بیت کرام علیہم السلام کے لیے تطہیر اور ہر عیب سے منزہ ہونے کی گواہی دی ہے، اور جب اُن کی طرف فقط وہ مطہر و مقدس شخص ہی منسوب ہو سکتا ہے جس کو یہ عنایت الٰہی محض اِسی نسبت کی وجہ سے حاصل ہوئی تو پھر اہل بیت کرام علیہم السلام کے نفوس کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے جو طاہرین ہی نہیں بلکہ عین طہارت ہیں''۔(۱)

شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے اہل بیت کرام علیہم السلام کو عین طہارت قرار دے کر حقیقت کا اظہار کیا ہے، یقیناً اہل بیت سراپا طہارت ہیں، یہی وجہ ہے کہ اُن سے قلبی تمسک اور محبت کے بغیر صحابی ہو یا کوئی دوسرا شخص طہارت سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا۔ ہر طہارت کی بنیاد ایمان ہے اور کسی بھی انسان کو اِن سراپا طہارت ہستیوں کی محبت کے بغیر ایمان نصیب ہی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے بارگاہ نبوی ﷺ میں بعض قریش کی شکایت کی تو آقا علیہ السلام نے فرمایا:

---

(۱) الفتوحات المكية ج١ ص٢٩٨؛ فضل أهل البيت للمقريزي ص٤٤؛ فيض القدير للمناوي ج٤ ص١٠٦۔

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ لَا يَدْخُلُ قَلْبَ رَجُلٍ الْإِيْمَانُ حَتّٰى يُحِبَّكُمْ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ.

''اُس ذات کی قسم جس کے دستِ اقدس میں میری جان ہے کسی شخص کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ وہ تمہیں اللہ اور اُس کے رسول کی خاطر محبوب رکھے''۔(۱)

جب فقط ہاشمی اہل بیت کی محبت کے بارے میں یہ حکم ہے تو پھر اہل کساء علیہم السلام کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

کیا اہل کساء معصوم ہیں؟

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کلام میں سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی شان میں لفظ ''حفظ'' کے ساتھ ساتھ لفظ ''عصمة'' بھی استعمال فرمایا ہے، اور اُن کی اِس شان کا سبب معیت اہل کساء علیہم السلام کو قرار دیا ہے۔ اِس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اُن کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ساتھ باقی اہل کساء علیہم السلام بھی معصوم ہیں، حالانکہ اہل سنت کے مطابق انسانوں میں انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ کوئی دوسرا انسان معصوم نہیں ہوتا۔ یہ تو شیعہ کا عقیدہ ہے کہ اُن کے نزدیک ائمہ اہل بیت کرام علیہم السلام بھی معصوم ہیں، لہٰذا سوال پیدا ہوتا کہ کیا شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ شیعہ تھے؟

---

(۱) مسند أحمد ج۱ ص۲۰۷، ۲۰۸، وط: ج۲ ص۳۷۸، ۳۸۳ حديث ۱۷۷۲، ۱۷۷۷؛ فضائل الصحابة للنسائي ص۲۲ حديث ۷۳؛ مسند البزار ج ٤ ص ١٤٠ حديث ١٣١٥؛ المستدرك ج۳ ص ۳۳۳، وط: ج۳ ص۳۷٦ حديث ٥٤٣٣ وج ٤ ص ٧٥ حديث ٦٩٦٠، ٦٩٦١؛ رأس الحسين لابن تيمية ص ٢٠٠، ٢٠١؛ مجموعة الفتاوىٰ لابن تيمية ج۲۷ ص۲۴۸، ۲۴۹۔

میری ناقص عقل کے مطابق شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی غیر نبی انسان کی شان میں زبانِ نبوی ﷺ سے ایسے الفاظ صادر ہو جائیں جن کے معنیٰ اور مفہوم سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہو کہ اب مستقبل میں وہ انسان کسی بھی موڑ پر ڈگمگائے گا نہیں تو اُسے معصوم کہا جا سکتا ہے، اور اُس کی یہ عصمت بھی درحقیقت عصمت نبوی ہی ہوتی ہے۔ شیخ اکبر کے کلام کی روشنی میں جو کچھ مجھ ناقص کو سمجھ آیا ہے اُس کو بعض متشدد علماء اسلام نے بھی بیان کیا ہے۔ چنانچہ مشہور کتاب "تقویۃ الایمان" کے مصنف شاہ محمد اسماعیل شہید فاروقی لکھتے ہیں:

"مقاماتِ ولایت میں سے ایک مقامِ عظیم عصمت ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ عصمت کی حقیقت حفاظتِ غیبی ہے جو معصوم کے تمام اقوال، افعال، اخلاق، احوال، اعتقادات اور مقامات کو راہِ حق کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے اور حق سے روگردانی کرنے سے مانع ہوتی ہے۔ یہی حفاظت جب انبیاءؑ سے متعلق ہو تو اُسے عصمت اور اگر کسی دوسرے کامل سے متعلق ہو تو اُسے حفظ کہتے ہیں۔ پس عصمت اور حفظ حقیقت میں ایک ہی چیز ہے لیکن ادب کے لحاظ سے عصمت کا اطلاق اولیاء اللہ پر نہیں کرتے۔

حاصل یہ کہ اِس مقام میں مقصود یہ ہے کہ یہ حفاظت غیبی جیسا کہ انبیائے کرام کے متعلق ہے ایسا ہی اُن کے بعض اکابر متبعین کے متعلق ہوتی ہے، إلیٰ أَنْ قَالَ...... اور نبی ﷺ نے حضرت علیؓ کے حق میں دعا کی:

اَللّٰهُمَّ أَدِرِ الْحَقَّ مَعَهٗ حَيْثُ دَارَ.

"اے اللہ! جس جگہ علی جائے اُس کے ساتھ حق جاری رکھ"۔

اور فرمایا:

اَلْقُرْآنُ مَعَ عَلِيٍّ وَعَلِيٌّ مَعَ الْقُرْآنِ.

''قرآن علی کے ساتھ ہے اور علی قرآن کے ساتھ''۔

اور فرمایا:

إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ : كِتَابَ اللّٰهِ وَ عِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي ، وَلَنْ يَّتَفَرَّقَا حَتّٰى تَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ.

''میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑتا ہوں: ایک تو کتاب ہے اور دوسری میرے اہل بیت اور یہ دونوں تم سے جدا نہ ہوں گے حتیٰ کہ حوض کوثر پر آئیں گے''۔(۱)

شاہ اسماعیل شہید کے اِس طویل اقتباس میں سے پہلے حسبِ ذیل الفاظ میں غور فرمایئے:

''عصمت کی حقیقت حفاظتِ غیبی ہے جو معصوم کے تمام اقوال، افعال، اخلاق، احوال، اعتقادات اور مقامات کو راہِ حق کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے''۔

پھر اُن کی درج کردہ سنن ترمذی کی اِس حدیث میں غور فرمایئے!

اَللّٰهُمَّ أَدِرِ الْحَقَّ مَعَهٗ حَيْثُ دَارَ.

''اے اللہ! جس جگہ علی جائے اُس کے ساتھ حق جاری رکھ''۔

مقامِ غور ہے کہ دعا یوں نہیں فرمائی گئی کہ جدھر حق ہو علی کو اُدھر کردے بلکہ دعا یہ ہے کہ جدھر علی ہو حق کو اُدھر کردے۔ عصمت اِس کے سوا اور کس چیز کا نام ہے؟ لیکن چونکہ

---

(۱) منصبِ امامت ص ٦٦، ٦٧، ٦٨۔

ہم اہل سنت ہیں اِس لیے ہمارے نزدیک درحقیقت یہ بھی عصمتِ نبوی ہی ہے۔ اِسی حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے سیدنا امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کا عقیدہ تھا کہ وہ اپنے بابا کریم سیدنا علی علیہ السلام کو چشم زدن کے لیے بھی غلطی پر نہیں مانتے تھے۔ چنانچہ اُنھوں نے ایک مرتبہ عمرو بن العاص کی ہفوات کی تردید کرتے ہوئے اُسے ارشاد فرمایا تھا:

وَاللّٰہِ إِنَّکَ لَتَعْلَمُ أَنَّ عَلِيًّا رضی اللہ عنہ لَمْ یَتَرَیَّبْ فِي الْأَمْرِ، وَلَمْ یَشُکَّ فِي اللّٰہِ طَرْفَةَ عَیْنٍ.

''اللہ کی قسم! تم بخوبی جانتے ہو کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کبھی کسی بھی معاملہ میں شک کا شکار نہیں ہوئے اور نہ ہی وہ چشم زدن کے لیے معاملۂ الٰہی میں شک کا شکار ہوئے''۔(۱)

بھلا کبھی اور کسی حال میں وہ ہستی کسی قسم کے شک کا شکار کیسے ہوسکتی ہے جسے زبانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یوں ضمانت مل چکی ہو:

إِنَّ اللّٰہَ سَیَھْدِي قَلْبَکَ وَیُثَبِّتُ لِسَانَکَ.

''یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے دل کو ہدایت دے گا اور تمہاری زبان کو ثابت رکھے گا''۔(۲)

---

(۱) المحاسن والمساوي للبيهقي ص ۸۰۔

(۲) السنن الكبرى للنسائي ج۷ ص ۴۲۰ حديث ۸۳۶۳؛ سنن ابن ماجه ج۳ ص ۹۰ حديث ۲۳۱۰؛ مسند أحمد ج۱ ص ۷۳ حديث ۶۳۶؛ فضائل الصحابة ج۲ ص ۷۱۸ حديث ۹۸۴ وط: ص ۲۲۱ حديث ۹۸۶؛ المستدرك للحاكم ج۳ ص ۱۳۴ حديث ۴۷۱۴؛ شرح خصائص علي رضی اللہ عنہ ص ۲۳۵، حديث ۳۱، وص ۲۳۷، حديث ۳۲۔

اور جیسے یوں دعا دی گئی ہو:

اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَلْبَهُ وَثَبِّتْ لِسَانَهُ.

''اے اللہ! اُس کے قلب کو ہدایت پر چلانا اور اُس کی زبان کو سلامت رکھنا''۔(۱)

شیخ اکبر کے طرزِ استدلال کے مطابق چند معصومین

شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کے طرزِ استدلال کے مطابق بارگاہِ نبوی ﷺ سے ایسی عصمت اُس ہستی کو بھی عطا ہوئی تھی جنہیں عمار بن یاسر اور ابن ام سمیہ رضی اللہ عنہ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ شام تشریف لے گئے تو دو نفل نماز پڑھ کر دعا مانگی: یا اللہ! آج بہترین شخص کی صحبت عطا فرما۔ اِس پر اُنہیں سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی معیت نصیب ہوئی۔ اُنہوں نے پوچھا: کہاں سے آئے ہو؟ عرض کیا: کوفہ سے۔ اُنہوں نے فرمایا: کیا وہاں رسول اللہ ﷺ کے محرم راز سیدنا حذیفہ اور خدمت گار ابن مسعود رضی اللہ عنہ نہیں ہیں؟ نیز فرمایا:

أَلَيْسَ فِيكُمْ أَوْ كَانَ فِيكُمُ الَّذِي أَجَارَهُ اللّٰهُ عَلىٰ لِسَانِ رَسُولِهِ ﷺ مِنَ الشَّيْطَانِ ، يَعْنِي عَمَّارًا.

''کیا تم میں وہ شخص نہیں ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی زبان کی بدولت شیطان سے محفوظ کرلیا ہے، یعنی عمار''۔(۲)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے علاوہ یہ بات حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی

---

(۱) سنن ابن ماجه ج۳ ص ۹۰ حديث ۲۳۱۰، وط: بتحقيق الألباني ص ۳۹۵ حديث ۲۳۱۰۔

(۲) بخاري ص ۸۷۳ حديث ۶۲۷۸، وص ۴۴۵ حديث ۳۲۸۷۔

گئی ہے۔(۱)

جوانسان شیطان کی چالوں اور وسوسوں سے محفوظ ہو گیا ہو تو اُسے اور کیسی عصمت چاہیے؟

اعتمادِ نبوی کی بدولت ایسی حفاظت یا عصمت سیدنا خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو بھی حاصل تھی، اِس لیے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنہا اُن کی گواہی کو دو گواہیوں کے برابر قرار دیا تھا، اور اسی نبوی ضمانت پر اعتماد کرتے ہوئے خلیفۂ ثانی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ضابطہ کو توڑ دیا تھا اور دس یا کم از کم دو گواہوں کی بجائے تنہا اُن کی گواہی پر سورۃ التوبہ کی آخری دو آیات کو قرآن مجید میں شامل کر لیا تھا۔

پھر ایسی ہی عصمت سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کو بھی حاصل تھی، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنہیں اپنا صاحب السر (محرم راز) بنایا تھا۔

فیضِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بدولت ایسی عصمت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بھی حاصل تھی، چنانچہ اُن کی شان میں ارشاد ہے:

رَضِيتُ لِأُمَّتِي مَا رَضِيَ لَهَا ابْنُ أُمِّ عَبْدٍ.

''میں نے اپنی امت کے لیے وہ پسند کر لیا جو ابن مسعود نے اُس کے لیے پسند کر لیا''۔(۲)

---

(۱) الجامع الكبير وهو سنن الترمذي ج٦ ص١٤١ حديث ٣٨١١۔

(۲) المستدرك ج٣ ص٣١٧ وط: ج٤ ص٣٧٨ حديث ٥٤٣٨ ؛ مجمع الزوائد ج٩ ص٤٧٥ ؛ المطالب العالية ج٤ ص١١٣ حديث ٤١٠١ ؛ إتحاف الخيرة المهرة ج١ ص١٢٢ حديث ٩٩ ؛ مجمع البحرين ج٣ ص٤٢٥ حديث ٣٨٣٣ ؛ المعجم الأوسط ج٧ ص٦٩، ٧٠ حديث ٦٨٧٩ ؛ كشف الأستار ج٣ ص٢٤٩ حديث ٢٦٧٩ ؛ الجامع الصغير حديث ٤٤٥٨۔

عصمت کی یہ وقیع شان سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کو بھی حاصل تھی، چنانچہ اُن کی حق گوئی کے متعلق زبانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یوں ضمانت صادر ہوئی تھی:

مَا أَقَلَّتِ الْغَبْرَاءُ وَلَا أَظَلَّتِ الْخَضْرَاءُ مِنْ رَجُلٍ أَصْدَقَ لَهْجَةً مِنْ أَبِي ذَرٍّ.

''ابوذر رضی اللہ عنہ سے کسی زیادہ سچے شخص کو زمین نے اٹھایا اور نہ ہی آسمان نے سایہ کیا''۔(۱)

اِن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حفظ وعصمت کا یہ انعام بعطائے الٰہی ہے جو اُنہیں قاسم الخیر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر کرم سے عطا ہوا، اور بلاشبہ معصوم وہی ہے جس کو حق سبحانہ وتعالیٰ ہی عصمت سے نواز دے۔ چنانچہ ایک حدیث شریف میں ارشاد ہے:

وَالْمَعْصُومُ مَنْ عَصَمَ اللّٰهُ.

''معصوم وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا''۔(۲)

معصومین صحابہ سے تفضیلِ مرتضیٰ

گذشتہ سطور میں جس جس صحابی کے بارے میں زبانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو جو الفاظ نقل کیے گئے ہیں ایسے الفاظ کا کسی کی شان میں زبانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صادر ہونا غیر معمولی بات ہے اور یقیناً ان الفاظ میں کامل اعتماد کا اظہار ہے، اب اس ضمانتِ نبوی کو

---

(۱) مسند أحمد ج۲ ص۱۶۳، ۱۷۵، ۲۲۳، وط: ج۲ ص۵۹۸ حديث ۶۵۱۹، وص۶۲۲ حديث ۶۶۳۰ وص۷۲۱ حديث ۷۰۷۸؛ سنن الترمذي ص۸۲۲ حديث ۳۸۰۱؛ سنن ابن ماجه ج۱ ص۱۰۳ حديث ۱۵۶۔

(۲) بخاري ص۹۱۳ حديث ۶۶۱۱؛ سنن النسائي ج۴ ص۱۷۸ حديث ۴۲۱۳؛ شرح مشكل الآثار ج۵ ص۳۵۶ حديث ۲۱۱۳۔

حفظ سے تعبیر کیا جائے یا عصمت سے یہ محض اصطلاح و الفاظ کا فرق تو ہے مگر دونوں کے معنیٰ و مراد میں کوئی فرق نہیں ہے۔ چنانچہ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے ہی غیر نبی کے لیے ایسی ضمانت کو حفظ و عصمت تعبیر نہیں کیا بلکہ علامہ محمد اسماعیل شہید نے بھی یہی دونوں الفاظ استعمال کیے ہیں۔ ایک مرتبہ اُن کے الفاظ میں پھر غور فرمالیجئے! وہ لکھتے ہیں:

”یہی حفاظت جب انبیاءؑ (علیہم السلام) سے متعلق ہو تو اُسے عصمت اور اگر کسی دوسرے کامل سے متعلق ہو تو اُسے حفظ کہتے ہیں۔ پس عصمت اور حفظ حقیقت میں ایک ہی چیز ہے لیکن ادب کے لحاظ سے عصمت کا اطلاق اولیاء اللہ پر نہیں کرتے“۔(۱)

قارئین کرام! عصمت کی اِس بحث میں آپ نے پڑھا کہ کوئی صحابی اہل بیت میں شامل کیے جانے کی وجہ سے عصمت سے بہرہ ور ہوا، کوئی صحابی شیطان سے محفوظ ہو جانے کی وجہ سے عصمت سے بہرہ ور ہوا، کسی صحابی کی تنہا گواہی کو دو شہادتوں کے برابر درجہ دے کر اُسے عصمت سے نوازا گیا، کسی صحابی کو آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر سب سے زیادہ سچائی کا پیکر قرار دے کر اُسے معصوم اللسان فرمایا گیا، کسی صحابی کی پسند کو آقا علیہ السلام نے اپنی پسند قرار دے کر اُسے حفظ و عصمت سے نوازا اور اہل کساء علیہم السلام کو ہر طرح کے رجس سے منزہ، مبراء اور پاک بنا کر عصمت سے نوازا گیا۔

اگر آپ کو یہ بات سمجھ آگئی ہو تو پھر یہ عجیب اتفاق بھی ملاحظہ فرمائیے کہ حفظ و عصمت سے بہرہ ور یہ تمام کے تمام صحابہ و اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم جہاں خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی خلافت کو برحق سمجھتے تھے وہیں مولا علی علیہ السلام کو جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم افضل بھی سمجھتے تھے، گویا اُن کے نزدیک اہل کساء علیہم السلام ہر طرح کے مفاضلہ و موازنہ سے مستثنیٰ تھے۔ اِن حضرات کے کچھ اقوال راقم الحروف کی کتاب ”**شرح خصائص علي** رضی اللہ عنہ“ اور شرح

---

(۱) منصبِ امامت ص ۶۷، ۶۸۔

أسنى المطالب في مناقب علي بن أبي طالب رضی اللہ عنہ" میں دیکھے جائیں، اور اس سے بھی زیادہ تفصیل شیخ محمود سعید ممدوح کی کتاب "غاية التبجيل وترك القطع في التفضيل" کی شرح میں آئے گی۔ راقم الحروف اِس کتاب کی شرح کا ارادہ رکھتا ہے، دعا فرمائیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تکمیل کی سعادت عطا فرمائے۔ آمین!

نوٹ: غیر انبیاء خصوصاً أئمہ اہل بیت کرام علیہم السلام کی عصمت کی مزید تحقیق کے لیے اُستاذ العلماء حضرت علامہ پیر محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ آف پشاور کے "الرسائل والمسائل" کا مطالعہ بہت مفید ثابت ہوگا۔

افضلیتِ اہلِ کساء کی وجہِ اوّل

اس افضلیت کی وجہ کیا ہے؟ علماء کرام نے سیدہ فاطمہ، سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہم کو جسم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حصہ ہونے کی وجہ سے تمام لوگوں پر فضیلت دی ہے، تفصیل کے لیے ہماری کتاب "شرح خصائص علي رضی اللہ عنہ" الطبعة السادسة ص ۶۶۳ تا ۶۶۶ کا مطالعہ فرمائیں۔ جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صراحتاً سیدتنا فاطمہ اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو افضل فرمایا ہے۔ تفصیل: شرح أسنى المطالب في مناقب علي بن أبي طالب رضی اللہ عنہ الطبعة الثانية ص ۱۹۶، ۳۷۳، ۳۷۴، اور "شرح خصائص علي رضی اللہ عنہ ص ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۳۳، ۷۳۴ الطبعة السادسة میں ملاحظہ فرمائیں۔

افضلیت کا بنیادی سبب تو قربت ونسبِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ علم وتقویٰ بھی ناگزیر ہے۔ اس سلسلے میں علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیلی کلام کیا ہے، اُنہوں نے عترت طاہرہ کی شان میں ایک سوال قائم کیا اور قرشیوں، ہاشمیوں، علویوں اور فاطمیوں کے مابین مفاضلہ کے بعد آیت تطہیر اور حدیث الثقلین نقل

فرما کر لکھا:

وَمِثْلُ هٰذَا يُشْعِرُ بِفَضْلِهِمْ عَلَى الْعَالِمِ وَغَيْرِهٖ.

''اس جیسے دلائل عترت طاہرہ کی عالم اور غیر عالم پر فضیلت کا اشارہ کرتے ہیں''۔

یہ وہ سوال ہے جو علامہ تفتازانی نے عترت طاہرہ کی تفضیل ثابت کرنے والے کی طرف سے نقل کیا ہے۔اس پر امام تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قُلْنَا : نَعَمْ لِاتِّصَافِهِمْ بِالْعِلْمِ وَالتَّقْوٰى ، مَعَ شَرَفِ النَّسَبِ. أَلَا يَرٰى أَنَّهٗ ﷺ قَرَنَهُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ فِي كَوْنِ التَّمَسُّكِ بِهِمَا مُنْقِذًا مِّنَ الضَّلَالَةِ وَلَا مَعْنٰى لِلتَّمَسُّكِ بِالْكِتَابِ إِلَّا الْأَخْذُ بِمَا فِيْهِ مِنَ الْعِلْمِ وَالْهِدَايَةِ فَكَذَا فِي الْعِتْرَةِ.

''ہم کہتے ہیں: جی ہاں شرفِ نسب کے ساتھ ساتھ علم وتقوی سے بھی متصف ہوں۔اس میں کیوں نہیں غور کیا جاتا کہ آپ ﷺ نے اُنہیں کتاب الٰہی کے ساتھ ملایا ہے کہ اُن دونوں کا دامن تھامنا ضلالت سے نکالنے والا ہے، اور دامنِ قرآن تھامنے کا معنیٰ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ اُس میں جو علم اور ہدایت ہے اُسے لیا جائے، پس اسی طرح عترت کا معاملہ ہے''۔(۱)

امام تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ قرآن میں علم وہدایت ہے اور اُس علم وہدایت کو لینا قرآن کا تمسک ہے۔ایسے ہی اہل بیت کے دامن تھامنے میں ضلالت سے نجات کی ضمانت ہے، سو اگر اہل بیت کے وجود میں علم، عمل اور تقویٰ نہیں ہوگا تو اُن کے دامن تھامنے کا کیا معنیٰ؟

---

(۱) شرح المقاصد ج ۵ ص ۳۰۲، ۳۰۳۔

قارئین کرام! جس طرح قرآن مجید دوسری تمام کتابوں سے زیادہ جامع اور افضل کتاب ہے، اسی طرح قرآن کے ساتھ جس دوسرے ثقل کو چھوڑا گیا اُس کا بھی دوسرے تمام لوگوں سے زیادہ جامع اور افضل ہونا ضروری ہے۔ جس طرح قرآن مجید محض چومنے چاٹنے کے لیے نہیں ہے اسی طرح اہل بیت کرام علیہم السلام بھی محض چومنے چاٹنے کے لیے نہیں ہیں بلکہ اُن کی اطاعت واتباع ضروری ہے۔ سو اگر وہ دوسرے تمام لوگوں سے بڑھ کر علم وہدایت کا پیکر نہیں ہوں گے تو پھر اُن سے تمسک کیسا؟ سو چونکہ یہاں ہم اہل کساء علیہم السلام کی بات کر رہے ہیں، لہٰذا یہ کیونکر باور کیا جا سکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جن ہستیوں کو کتابِ الٰہی کے ساتھ ہدایت کی حتمی ضمانت کا سبب قرار دیا ہے، کوئی دوسرا اُن سے علم وہدایت میں زیادہ ہو سکتا ہے؟ اگر کوئی شخص دعویٰ کرے کہ اہل کساء علیہم السلام سے کوئی اور بڑا عالم ہے تو اُس کا یہ دعویٰ ارشادِ نبوی اور فیصلۂ نبوی ﷺ کے منافی ہوگا۔

خود بتلایئے! کون ہے جو نسب، علم، عمل اور تقویٰ میں اہل کساء علیہم السلام سے زیادہ ہو؟ خیال رہے کہ قیامت تک قرآن مجید کے ساتھ صحابہ کرام کو نہیں بلکہ عترت کو چھوڑا گیا ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ صحابی سے صحابیت کا تسلسل ناممکن ہے لیکن عترت ونسلِ نبوی ﷺ کا تسلسل قیامت تک چلے گا۔ یہی وجہ ہے کہ تب سے لے کر اب تک پوری دنیا میں علم، عمل، ہدایت اور تقویٰ میں فاطمی سید سے کوئی بھی انسان بڑھ نہیں سکا۔

آیتِ تطہیر، آیت مباہلہ، حدیث مباہلہ اور دوسری احادیث سے ثابت ہو چکا کہ اہل کساء علیہم السلام پورے قریش اور تمام بنو ہاشم سے افضل ہیں اور علامہ ابن تیمیہ نے کہا کہ اُن کا فاضل دوسرے فضلاء سے اور اُن کا عمل دوسروں کے عمل سے افضل ہے۔

یہی حقیقت سیدنا جبریل علیہ السلام سے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں:

''سیدنا محمد بن عمر بن علی رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میں نے جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ جنت میں اُڑ رہے تھے اوران کے قدموں سے خون بہہ رہا تھا، اور میں نے دیکھا کہ زید رضی اللہ عنہ جعفر رضی اللہ عنہ سے نیچے نیچے اُڑ رہے تھے۔ میں نے کہا: میرا نہیں خیال تھا کہ زید رضی اللہ عنہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے کم ہوں گے۔ اس پر جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا:

إِنَّ زَيْداً لَيسَ بِدُونِ جَعْفَرَ وَلٰكِنَّا فَضَّلْنَا جَعْفَراً لِقَرَابَتِهٖ مِنْكَ.

''بیشک حضرت زید رضی اللہ عنہ سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے کم نہیں تھے لیکن ہم نے آپ کی قرابت کی بدولت سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کو فضیلت دی ہے''۔(۱)

سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ ہاشمی مسلمان ہونے کی وجہ سے اہل بیت میں شامل ہیں، جب اُن کا عمل دوسروں سے اتنا افضل ہے تو پھر خود اندازہ فرمائیے کہ اہل کساء علیہم السلام کے عمل وفضل کا کیا مقام ہوگا؟

افضلیتِ اہل کساء کی وجہِ ثانی

آپ جان چکے ہیں کہ اہل کساء علیہم السلام کی افضلیت کی پہلی وجہ نسب نبوی اور خونِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے، لیکن ایک اور وجہ بھی ہے، اور وہ ہے تربیتِ مصطفوی۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے:

---

(۱) الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج٤ ص٣٣٨، وط: ج٤ ص٢٨؛ المستدرك ج٣ ص٢٠٩، وط: ج٤ ص٢٢٠ حدیث ٤٩٩١؛ فتاوی رضویۃ ج ٢٣ ص٢٣٦، وج٣٠ ص٦٢٦۔

إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ.

''میں فقط اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ اخلاقی خوبیوں کو پورا کروں''۔(۱)

سو آپ ﷺ نے تمام اہل بیت وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تربیت فرمائی لیکن جیسی تربیت اہل کساء علیہم السلام کی ہوئی ایسی کسی بھی دوسرے انسان کی نہیں ہوئی۔ کیوں؟ اس لیے کہ اُن کی تربیت نہ صرف یہ کہ دنیا میں آتے ہی شروع ہوئی تھی بلکہ اُس سے بھی پہلے شروع ہوگئی تھی۔ وہ کیسے؟ اس کو امام احمد رضا حنفی رحمۃ اللہ علیہ کے درجِ ذیل جواب سے سمجھئے۔ اُن سے اولاد کے حقوق کے متعلق سوال کیا گیا تو اُنہوں نے ۶۰ ساٹھ حقوق بیان فرمائے، جن میں سے بعض حقوق کا تعلق انسان کے نکاح پر بھی مقدم ہے اور بعض کا نکاح سے فوراً بعد شروع ہوجاتا ہے۔ مثلاً وہ لکھتے ہیں:

۱۔ ''سب سے پہلا حق وجودِ اولاد سے بھی پہلے یہ ہے کہ آدمی اپنا نکاح کسی رذیل کم قوم سے نہ کرے کہ بری رگ ضرور رنگ لاتی ہے''۔

۲۔ دین دار لوگوں میں شادی کرے کہ بچہ پر نانا و ماموں کی عادات کا بھی اثر پڑتا ہے''۔

۳۔ جماع کی ابتدا بسم اللہ سے کرے، ورنہ بچے میں شیطان شریک ہوجاتا ہے۔

۴۔ پندرھواں حق یہ لکھا ہے: ''نام رکھے یہاں تک کہ کچے بچے کا بھی جو کم دنوں کا گر جائے ورنہ (وہ) اللہ عزوجل کے یہاں شاکی ہوگا، برا نام نہ رکھے کہ بدفال بد ہے''۔(۲)

---

(۱) السنن الكبرى للبيهقي ج۱۰ ص۱۹۲، وط: ج۱۰ ص۳۲۳ حديث ۲۰۷۸۲؛ الدر المنثرة للسيوطي ص۱۳۲۔

(۲) فتاوى رضويه ج۲٤ ص٤٥٢۔

سب سے پہلے حق کے متعلق غور فرمائیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا نکاح اُن کے والدین نے کیا اور نہ ہی اُنہوں نے اپنا نکاح خود کیا بلکہ اُن کا نکاح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا اور اس کا حکم بارگاہِ الٰہی سے ہوا۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا خاندان روئے زمین کے تمام خاندانوں سے افضل تھا، وہ ماں اور باپ دونوں کے لحاظ سے ہاشمی تھے، اُن کا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دادا ایک ہی تھا۔ پھر لطف کی بات یہ ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو پیدا ہوتے ہی وہ دونوں آغوش میسر آ گئی تھیں جن دو آغوشوں میں سیدہ کائنات **علیہا السلام** نے آنکھ کھولی تھی۔

دوسرا حق یہ ہے کہ: ''دین دار لوگوں میں شادی کرے کہ بچے پر نانا و ماموں کی عادات کا بھی اثر پڑتا ہے''۔

یعنی آدمی اپنے لیے اچھے اور دین دار گھرانے کا انتخاب کرے کہ بچے پر نانا اور ماموں کی عادات کا اثر پڑے تو اچھا پڑے۔ یہاں یہ صورتِ حال ہے کہ نانا خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ماموں سیدنا ابراہیم اور قاسم علیہما السلام تھے جو بچپن میں ہی وصال فرما گئے تھے، لیکن یہاں سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنے لیے اچھے رشتہ کی تلاش میں نہیں نکلے تھے بلکہ پوری انسانیت میں سے اعلیٰ خاتون کے ساتھ نکاح کے لیے قدرت اُنہیں پہلے ہی منتخب فرما چکی تھی۔

تیسرا حق یہ ہے کہ: ''جماع کی ابتدا بسم اللہ سے کرے، ورنہ بچے میں شیطان شریک ہو جاتا ہے'' جبکہ اِس سلسلے میں اِس جوڑے کے لیے جیسا اہتمام کیا گیا ایسا اہتمام اولین میں سے کسی کو نصیب ہوا اور نہ ہی آخرین میں سے کسی کو نصیب ہوگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح کے وقت ان دونوں پر دم کیا، ان کے سینوں پر پانی چھڑکا، ان کو اور ان دونوں کی اولاد کو شیطان سے محفوظ رہنے کی دعائیں دیں اور اُن کے اوپر، اُن کے اندر اور اُن کی خاطر برکت و رحمت کی جو دعائیں فرمائیں ایسی دعائیں کبھی کسی کو بھی نصیب نہیں ہوئیں۔

الغرض کسی جوڑے کو بچپن سے لے کر نکاح کی عمر تک نہ ایسا مربی ملا، نہ کبھی کسی جوڑے کو ایسا نکاح خواں ملا اور نہ ہی کسی جوڑے کو ایسی جامع دعائیں دینے والا اور مجاب الدعا نصیب ہوا۔

اس نکاح کے موقعہ پر جو غیر معمولی روحانی اہتمام کیا گیا، اس کی تفصیل کے لیے راقم الحروف کی کتاب ''مناقب الزہراء علیہا السلام'' کا مطالعہ فرمائیں۔

نام عطا فرمائے یا ہر خیر وخوبی؟

امام احمد رضا حنفی نے اولاد کا چوتھا حق لکھا ہے:

''برا نام نہ رکھے کہ بدفال بد ہے''۔

یعنی نام اچھا رکھا جائے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے بچوں کے جو نام رکھے اُن میں کیسی اور کتنی اچھی معنویت ہے؟ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: جب حسن پیدا ہوئے تو میں نے اُن کا نام حرب رکھا۔ نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو فرمایا: مجھے میرا بیٹا دِکھاؤ! تم نے اُس کا نام کیا رکھا ہے؟ وہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: حرب۔ فرمایا: بلکہ وہ حسن ہے۔ پھر جب حسین پیدا ہوئے تو میں نے اُن کا نام حرب رکھا۔ نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو فرمایا: مجھے میرا بیٹا دِکھاؤ! تم نے اُس کا نام کیا رکھا ہے؟ وہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: حرب۔ فرمایا: بلکہ وہ حسین ہے...''۔(۱)

---

(۱) مسند أحمد ج۱ ص۹۸، وط: بتحقیق الأرناؤط ج۲ ص۱۵۹ حدیث ۷۶۹؛ فضائل الصحابة ج۲ ص۹۷۰، ۹۷۱ حدیث ۱۳۶۵؛ الأدب المفرد ص۲۸۷ حدیث ۸۲۳؛ مسند البزار ج۲ ص۳۱۴ حدیث ۷۴۲؛ صحیح ابن حبان ج۱۵ ص۴۰۹، ۴۱۰ حدیث ۶۹۵۸۔

یہاں یہ بات خصوصی توجہ کی مستحق ہے کہ کسی اسم میں جو حروف ہوتے ہیں اُن کا بھی اور اُس نام کا جو معنیٰ ہوتا ہے اُس معنیٰ کا بھی مسمّٰی (نام والی چیز) پر اثر ہوتا ہے، إلا ما شاء اللہ۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ برے ناموں کو تبدیل فرما دیتے تھے۔ کتب حدیث میں اس پر مستقل ابواب قائم ہیں۔ بخاری شریف میں ہے:

’’حضرت سعید بن میسّب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ اُن (میسّب) کے والد (حزن) نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے اُن سے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ اُنہوں نے عرض کیا: حزن (سختی)۔ آپ نے فرمایا: بلکہ تم سہل (آسانی) ہو۔ اُس نے عرض کیا: میرے باپ نے جو میرا نام رکھا تھا میں اُسے تبدیل نہیں کرتا۔ حضرت سعید بن میسّب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پس ہمارے (خاندان کے) اندر مسلسل حزن موجود ہے‘‘۔(۱)

نام کے معنیٰ کی اچھی یا بری تاثیر اکثر ہر نام میں ہوتی ہے، خواہ وہ نام کوئی بھی رکھے، لیکن جب نبی کریم ﷺ کسی چیز کا نام رکھیں تو بہر حال اُس نام کی تاثیر و معنویت کا مسمّٰی میں ہونا ضروری ہے۔ ہم نے اپنی کتاب ’’أنوار العرفان في أسماء القرآن‘‘ کے مقدمہ میں اس امر پر تفصیلی گفتگو کی ہے، وہاں ایک حدیث نقل کی گئی ہے کہ ایک شخص کو نبی کریم ﷺ نے سفینہ کہہ دیا تو اس کا اثر یہ ہوا کہ وہ کشتی کے برابر بوجھ اٹھا لیتا تھا اور تھکن محسوس نہیں کرتا تھا۔ اس روشنی میں دیکھیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے اپنے قلبی ارادہ و چاہت سے اپنے بچوں کے نام رکھے تو وہ کس قدر اسم بامسمّٰی ہوں گے۔ یہی وہ محبوب ﷺ ہیں جنہوں نے اپنے قلب اقدس میں آرزو چھپائے ہوئے فقط آسمان کی طرف

---

(۱) بخاري: كتاب الأدب، باب تحويل الاسم إلىٰ اسم أحسن منه، حديث ۶۱۹۳۔

نگاہ اٹھا کر دیکھا تھا تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اُسی لمحے آیت نازل فرما کر کعبہ کو قبلہ بنا دیا تھا۔ اسی لیے ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں:

مَا أَرٰى رَبَّكَ إِلَّا يُسَارِعُ فِي هَوَاكَ.

''میں نے آپ کے رب کو ہمیشہ آپ کی خواہش میں جلدی کرتے ہوئے دیکھا''۔(۱)

لہٰذا نبی کریم ﷺ نے قلبی خواہش کے ساتھ اپنے بچوں کے جو خوبصورت نام رکھے اُن کا اسم بامسمّٰی ہونا ضروری ہے، لیکن یہاں تو معاملہ ہی انوکھا ہے، وہ یہ کہ یہ دونوں نام نبی کریم ﷺ نے از خود نہیں بلکہ حکمِ الٰہی کی تعمیل میں رکھے۔

حسن اور حسین نام رکھنے میں حکمِ الٰہی

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے محدثین کرام لکھتے ہیں: سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا:

إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أُغَيِّرَ اِسْمَ هٰذَيْنِ. فَقُلْتُ : اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهُ أَعْلَمُ ، فَسَمَّاهُمَا حَسَنًا وَّ حُسَيْنًا.

''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اِن دونوں کے نام تبدیل کردوں۔ اس پر میں نے عرض کیا: اللہ اور اُس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ پھر آپ نے اُن کے نام حسن اور حسین رکھے''۔(۲)

---

(۱) بخاري: كتاب التفسير ، باب: تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ ص ٦٧٤ حديث ٤٧٨٨ وص ٧٣١ حديث ٥١١٣؛ صحيح مسلم: كتاب الرضاع، باب جواز هبتها لضرتها، ص ٦٧٠ حديث ١٤٦٤۔

(۲) مسند أحمد [شاكر] ج ٢ ص ١٦٤ حديث ١٣٧٠؛ فضائل الصحابة =

آیئے پہلے تو دیکھتے ہیں کہ اِن ناموں کا معنیٰ کیا ہے، پھر دیکھیں گے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب خود یہ نام عطا فرمائے تو نام کے مطابق مقام بھی عطا فرمایا یا نہیں؟ اِن ناموں کے اصلی حرف تین ہیں: ح، س، اور ن۔ اِحْسَانٌ ، حَسَنَةٌ اور اَلْحُسْنیٰ میں یہی تینوں حرف ہیں۔ قرآن مجید میں ہے: ﴿وَلِلّٰهِ الْأَسْمَآءُ الْحُسْنیٰ﴾ مفسرین کے مطابق سورۃ الحدید کی آیت نمبر دس میں جنت کو "الحُسنیٰ" کہا گیا ہے۔ مشہور ترین قرآنی جامع دعا میں بھی یہی الفاظ آئے ہیں:

رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً.

"اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں بھلائی دے"۔

(البقرة: ۲۰۱)

حسن کا معنیٰ

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اَلْحُسْنُ : عِبَارَةٌ عَنْ كُلِّ مُبْهِجٍ مَرْغُوبٍ فِیهِ ، وَ ذٰلِكَ ثَلاثَةُ أَضْرُبٍ . مُسْتَحْسَنٌ مِّنْ جِهَةِ الْعَقْلِ ، وَ مُسْتَحْسَنٌ مِّنْ جِهَةِ الْهَوٰی وَمُسْتَحْسَنٌ مِّنْ جِهَةِ الْحِسِّ . وَالْحَسَنَةُ یُعَبَّرُ عَنْهَا عَنْ كُلِّ مَا یَسُرُّ مِنْ نِعْمَةٍ تَنَالُ الْإِنْسَانَ فِي نَفْسِهٖ وَبَدَنِهٖ وَأَحْوَالِهٖ ، وَالسَّیِّئَةُ تُضَادُّهَا.

"حُسن: ہر اُس پُر رونق چیز کو کہتے ہیں جس میں طبیعت رغبت

= للإمام أحمد ج ۲ ص ۸۸۶، ۸۸۷ حدیث ۱۲۱۹ ؛ غایة المقصد في زوائد المسند ج ۳ ص ۱۴۲ حدیث ۲۹۸۶ ؛ المستدرك للحاكم ج ٤ ص ۲۷۷ ؛ مجمع الزوائد ج ۸ ص ۵۸ حدیث ۱۲۸۶۸ ؛ سلسلة الأحادیث الصحیحة للألباني ج ٦ ص ٤٦۹ حدیث ۲۷۰۹۔

کرے، اور اس کی تین قسمیں ہیں: عقل کے لحاظ سے مرغوب، خواہش کے لحاظ سے مرغوب اور حسی لحاظ سے مرغوب۔ اور حسنة: ہر اُس نعمت کو کہتے ہیں جسے انسان اپنی روح، بدن اور احوال میں پا کر خوشی محسوس کرے اور اُس کی ضد سیئہ ہے"۔(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان بچوں کو یہ نام عطا فرما کر عقلاً، حساً اور معنیً اُنہیں دنیا و آخرت کی ہر بھلائی اور ہر حُسن کا پیکر اور ہر سیئہ اور برائی سے منزہ و مبراء بنا دیا۔

عمل سے پہلے جزا؟

دستور یہ ہے کہ پہلے عمل پھر جزا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لِلَّذِيْنَ أَحْسَنُوا الْحُسْنٰى.

"اُن کے لیے جنہوں نے نیک عمل کیے حسنیٰ (نیک جزا) ہے"۔

(یونس:۲٦)

ایک اور مقام پر ارشادِ الٰہی ہے:

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ أَسَاؤُوا بِمَا عَمِلُوا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ أَحْسَنُوا بِالْحُسْنٰى.

"اور اللہ ہی کی ملکیت ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے تا کہ وہ بدلہ دے بدکاروں کو اُن کے اعمال کا اور حُسنیٰ (اچھی جزا) دے نیکوکاروں کو اُن کی نیکیوں کی"۔(النجم:۳۱)

---

(۱) المفردات في غرائب القرآن ص ۲۳۵۔

دستورِ الٰہی تو یہی ہے لیکن چونکہ اللہ جل جلالہ اور نبی کریم ﷺ نے ان بچوں کے نام ہی ایسے رکھے جن میں ہر طرح کی خیر وخوبی کی ضمانت موجود ہے، اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اِن بچوں کو کسی قسم کے عمل سے قبل ہی سب سے بہترین انعام سے سرفراز فرما دیا اور جنت ہی نہیں بلکہ اہل جنت کی سرداری سے نواز دیا۔ چنانچہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

''سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن مجھ سے میری والدہ نے پوچھا: ''تم حضور ﷺ کی بارگاہ میں کب حاضر ہوئے تھے؟'' میں نے عرض کیا: تقریباً اتنا عرصہ ہو چکا ہے، وہ مجھ پر برہم ہوئیں اور برا بھلا کہا۔ میں نے عرض کیا: مجھے معاف کر دیں، میں ابھی ابھی نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہوں، آپ کے ساتھ نمازِ مغرب پڑھوں گا اور درخواست کروں گا کہ آپ میرے لیے اور آپ کے لیے مغفرت کی دعا فرمائیں۔ پس میں نے آپ کے ساتھ نمازِ مغرب ادا کی۔ اس کے بعد آپ نوافل پڑھتے رہے حتیٰ کہ نمازِ عشاء ادا کرنے کے بعد گھر کی طرف روانہ ہوئے تو میں آپ کے پیچھے چل پڑا۔ آپ نے میرے چلنے کی آواز سنی تو فرمایا: ''کون؟ حذیفہ ہو'' میں نے عرض کیا: جی ہاں، فرمایا: تمہاری کیا حاجت ہے؟ اللہ تعالیٰ تمہاری اور تمہاری والدہ کی مغفرت فرمائے، پھر فرمایا: کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جو ابھی ہمارے سامنے آیا تھا؟'' میں نے عرض کیا: کیوں نہیں، فرمایا: یہ فرشتہ ہے جو اس رات سے پہلے کبھی بھی زمین پر نہیں اترا، اس نے اپنے رب تعالیٰ سے اجازت مانگی کہ مجھے آکر سلام عرض کرے اور بشارت دے کہ فاطمہ خواتینِ جنت کی سیدہ ہیں اور

حسن اور حسین نوجوانانِ اہلِ جنت کے سید ہیں‌ﷺ‘‘۔(۱)

خود انصاف فرمائیے! جو بچے اپنی عمر کے غیر مکلّف حصے میں اس مرتبے پر فائز کر دیے گئے، اُن پر کوئی رشک یا اُن کے ساتھ کوئی موازنہ اور مفاضلہ کیونکر کیا جا سکتا ہے؟

امتحان سے پہلے سند؟

جس طرح مذکور الصدر حدیث سے ثابت ہے کہ حسنین کریمین علیہما السلام کو اُن کے خوبصورت ناموں اور اعلیٰ تربیت کی بدولت کسی قسم کے حُسنِ عمل سے قبل جنت کی سرداری عطا کر دی گئی، اسی طرح اسی حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ حسنین کریمین کا مستقبل اُنہیں عطا فرمودہ حسین ناموں کی بدولت محفوظ، خوبصورت اور مکمل طور پر خیر و بھلائی پر مبنی ہوگا۔ وہ اپنی آئندہ حیات میں جو عمل کریں گے اور جو بھی قدم اٹھائیں گے اُن کا ہر عمل اور ہر قدم ہر حال میں خیر، حُسن اور ہدایت پر مبنی ہوگا، وہ کسی بھی امتحان میں فیل نہیں بلکہ تمام نمبروں کے ساتھ پاس ہوں گے۔

اس سے یہ حقیقت بھی ثابت ہوتی ہے کہ مستقبل میں جو لوگ حسنین کریمین کے مدمقابل آئیں گے وہ اتنا برے ہوں گے جتنا یہ دونوں اچھے ہیں، وہ لوگ اتنا ہی منبع شر و فساد ہوں گے جتنا یہ (حسنین کریمین) خیر و ہدایت کے پیکر ہیں، وہ لوگ کتاب و سنت سے روگردانی کی بنا پر اتنا ہی فیل اور ناکام ہوں گے جتنا یہ دونوں کتاب و سنت پر مستقیم اور عمل پیرا ہونے کے سبب کامیاب اور پاس ہوں گے۔ گویا حسنین کریمین علیہما السلام کو ہر طرح کے امتحان سے پہلے ہی سو فیصد کامیابی کی ضمانت اور سند عطا کر دی گئی۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ.

---

(۱) سنن الترمذي ص ۸۵۸ حديث ۳۷۸۱؛ السلسلة الصحيحة للألباني ج ۲ ص ۴۲۳ حديث ۷۹۶۔

تربیتِ نبوی کی بدولت سب پر برتری

یاد رکھئے جو افضلیت اوپر ذکر ہوئی سب تربیت نبوی ﷺ کی بدولت میسر آئی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا خواتینِ جنت کی سردارہ بنیں تو اسی تربیت وفضلِ الٰہی کی بدولت بنیں اور دنیا میں فضل وکمال کے ایسے رتبہ پر فائز ہوئیں کہ اُمّ المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو فرمانا پڑا:

مَا رَأَيْتُ أَفْضَلَ مِنْ فَاطِمَةَ غَيْرَ أَبِيهَا.

''میں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے افضل اُن کے بابا کے علاوہ کسی کو نہیں دیکھا''۔(۱)

حافظ ہیثمی فرماتے ہیں: ''اس حدیث کے تمام راوی صحیح ہیں''۔(۲)

جب اہل کساء علیہم السلام میں سے تین نفوس مقدسہ (سیدہ فاطمہ اور حسنین کریمین) رضی اللہ عنہم کے مقام ومرتبہ کا یہ عالم ہے تو اس حقیقت کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ان سب سے افضل ہیں، اور اُن کی افضلیت کا سبب سیدہ کائنات کا شوہر ہونا یا حسنین کریمین کا باپ ہونا نہیں بلکہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے، چنانچہ متعدد طرق سے حدیث پاک آئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَأَبُوهُمَا خَيْرٌ

---

(۱) المعجم الأوسط ج۳ص ۱۳۷ حديث ۲۷۲۱؛ مجمع البحرين في زوائد المعجمين ج۳ ص ۴۱۴ حديث ۳۸۰۲؛ مجمع الزوائد ج۹ص ۲۰۱ وط: ج۹ص ۳۲۵ حديث ۱۵۱۹۳؛ استجلاب ارتقاء الغرف ج۱ ص ۲۵۱ حديث ۴ ؛ درالسحابة في مناقب القرابة والصحابة للشوكاني ص ۲۷۷۔

(۲) مجمع الزوئد ج۹ص ۲۰۱ حديث ۱۵۱۹۳۔

مِّنُهُمَا.

''حسن اور حسین نوجوانانِ اہلِ جنت کے سردار ہیں اور ان کے والد اُن دونوں سے بہتر ہیں''۔(۱)

اِس حدیث میں ''وَأَبُوهُمَا خَيْرٌ مِّنُهُمَا'' کے الفاظ آئے ہیں جبکہ بعض احادیث میں ''وَأَبُوهُمَا أَفْضَلُ مِنهُمَا'' کے الفاظ آئے ہیں۔ چنانچہ امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ اقدس میں مسرت کے آثار دیکھے تو عرض کیا: یارسول اللہ! ہم آپ کے چہرہ مبارک میں مسرت کے آثار دیکھ رہے ہیں۔ فرمایا: میں کیوں نہ مسرور ہوں جبکہ میرے پاس جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے:

فَبَشَّرَنِي أَنَّ حَسَنًا وَّحُسَيْنًا سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَأَبُوهُمَا أَفْضَلُ مِنهُمَا

تو مجھے بشارت کہ حسن اور حسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں اور

---

(۱) سنن ابن ماجه ج۱ ص۸۴ حديث۱۱۸؛ المستدرك للحاكم ج ۳ ص۱۶۷ حديث ۴۸۳۲، ۴۸۳۳؛ المعجم الكبير ج۳ ص ۳۰ حديث ۲۶۱۷ وج۱۹ ص۲۹۲ حديث ۶۵۰؛ تاريخ بغداد ج۱ ص ۱۵۰؛ تاريخ دمشق ج۱۳ ص۲۰۸ ومابعدها؛ مجمع الزوائد ج۹ ص۱۸۴، ۱۵۰۸۸، ۱۵۰۸۹ وط: ج ۱۸ ص۵۲۲ حديث ۱۵۰۸۴؛ ۱۵۰۸۵؛ الجامع الصغير للسيوطي ص ۲۸۶ حديث ۳۸۲۱۔

ان کے بابا اُن دونوں سے افضل ہیں"۔(۱)

اسی طرح ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے نزدیک سیدنا علی سیدہ فاطمہ سے زیادہ معزز ہیں۔ دیکھئے: شرح خصائص علي رضی اللہ عنہ کی حدیث نمبر ۱۴۲۔

یہاں یہ پہلو بھی نگاہِ عقل سے اوجھل نہیں رہنا چاہیئے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بھی اُن کی اہلیہ مبارکہ اور اُن کے بچوں کی طرح بچپن سے ہی آغوش نبوی اور تربیتِ نبوی ﷺ کی سعادت حاصل ہوگئی تھی، اور یہی تربیت اُن کے اعلیٰ مقام ومرتبہ کا سبب بنی تھی۔ سو جن لوگوں کو نبوی تربیت کی ایسی صورت میسر نہیں آسکی اُن کا تقابل اِن چاروں اہل کساء علیہم السلام کے ساتھ کیونکر کیا جاسکتا ہے؟

دیکھئے سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والدین کے تقویٰ اور اُن کی تربیت کی بدولت ایسے اعلیٰ مقام پر پہنچے کہ اُن کے مشائخ واساتذہ بھی اُن پر رشک کرتے تھے۔ پھر خود سوچئے کہ وہ اہل کساء رضی اللہ عنہم جن سب کی تربیت خود رسول اللہ ﷺ نے فرمائی اُن کے مقام ومرتبہ کا کیا عالم ہوگا؟ مگر افسوس کہ کچھ لوگ نبوی تربیت کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اِن ہستیوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ اگر کچھ لوگ کسی فرقے کی ضد میں ایسا نظریہ رکھتے ہیں تو وہ ضرور سوچیں کہ نبی کریم ﷺ جنہیں اپنی تربیت وتوجہ سے ہر لحاظ سے کامل بنانا چاہتے تھے، کیا آپ ﷺ اپنے مطلوب میں کامیاب نہیں ہوسکے تھے اور آپ کی کوشش وچاہت کے باوجود غیر اہل بیت لوگ اُن تربیت یافتہ ہستیوں سے بڑھ گئے تھے؟

---

(۱) المعجم الکبیر ج۳ ص۲۷ حدیث ۲۶۰۸؛ مجمع الزوائد ج۹ ص ۱۸۴ حدیث ۱۵۰۸۷ وط: ج۹ ص ۲۱۲ حدیث ۱۵۰۸۷، وط: ج۱۸ ص ۵۲۱ حدیث ۱۵۰۸۳؛ سبل الھدیٰ ج ۱۱ ص ۶۱؛ کنز العمال ج ۱۳ ص ۶۶۵ حدیث ۳۷۶۹۴؛ فیض القدیر ج ۶ ص ۳۰۰۸۔

خیال رہے کہ صحابہ عظام اور اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم سب کی تربیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہی فرمائی لیکن کسی کو قبل از نکاح اور پھر ولادت کے فوراً بعد سے ہی سایۂ نبوی، شفقتِ نبوی، آغوشِ نبوی، غذائے نبوی اور تربیتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سعادت حاصل نہیں ہوئی، لہٰذا جس شخص کو اُس کے بچپن سے تربیتِ نبوی کی ایسی سعادت حاصل نہیں ہوئی اُس کا مقابلہ اُن ہستیوں سے کرنا جن کو اُن کے بچپن سے ہی نہیں بلکہ گھٹی سے ہی کائناتِ پست و بالا کی سب سے عظیم ترین ہستی کی تربیت کی سعادت حاصل ہو گئی تھی، کہاں کی دانش مندی ہے؟ میں سمجھتا ہوں: اِس تقابل میں صرف اُن تربیت یافتہ ہستیوں کی ہی نہیں بلکہ اُن کے مربی کی بھی توہین ہے۔

فضلِ الٰہی کا بھی انکار؟

حیرت ہوتی ہے کہ بعض لوگوں پر روزِ روشن سے زیادہ واضح حقائق بھی مخفی رہ جاتے ہیں۔ چند سطور قبل آپ پڑھ چکے ہیں کہ حسنین کریمین علیہما السلام کو نوجوانانِ جنت کا سردار فرمایا گیا۔ کبھی آپ غور فرمائیں کہ یہ اعزاز اُنہیں اُن کی عمر کے کون سے حصے میں عطا ہوا، کیا یہ اعزاز اُنہیں نماز، روزہ، حج، زکات، تلاوت، جہاد اور تبلیغ وغیرہ کے صلہ میں ملا تھا؟ اُنہیں جب یہ منصب عطا ہوا تو کیا وہ اُس وقت کسی قسم کے عمل کے مکلّف تھے؟ اگر وہ مکلّف بھی نہیں تھے اور اُنہیں یہ مرتبۂ عظمیٰ کسی قسم کے عمل پر بطورِ اجر و ثواب بھی نہیں دیا گیا تو آخر کیوں دیا گیا؟ جواباً عرض ہے کہ یہ اُن پر فقط فضلِ خداوندی ہے۔ جس طرح اُنہیں اُن کے نام ”حسن و حسین“، محض فضلِ الٰہی سے عطا ہوئے اسی طرح اُنہیں اسم بامسمیٰ بنانے کی خاطر جنت کی سرداری بھی محض فضلِ الٰہی سے عطا ہوئی۔

کیا حسنین کریمین کی مانند کوئی ہے؟

با مطالعہ اہل علم سے سوال ہے کہ کیا اُن کے علم میں کوئی ایسی نظیر موجود ہے کہ

حسنین کریمین علیہما السلام کے علاوہ اُمت میں کسی اور انسان کو اعمالِ حسنہ بجالانے سے قبل ایسے اعزاز سے نوازا گیا ہو؟ اگر کوئی ایسی مثال موجود ہو تو پیش فرمایئے ورنہ مان لیجئے کہ امت میں حسنین کریمین علیہما السلام جیسا اور کوئی نہیں۔

اگر کوئی شخص حسنین کریمین علیہما السلام کی اِس افضلیت، ممتاز رتبہ، مخصوص اعزاز اور منفرد فضلِ ایزدی کا منکر ہو تو اُسے اپنی افضلیت کا بھی انکار کرنا پڑے گا، کیونکہ ایک حدیث قدسی میں اِس امت کی افضلیت میں تین مزدوروں کی مثال پیش فرمائی گئی ہے۔ پہلا مزدور یہودی تھا، جس نے فجر کے بعد سے ظہر تک کام کیا تو اُسے ایک روپیہ دیا گیا، دوسرا مزدور عیسائی تھا، اُس نے ظہر سے عصر تک کام کیا تو اُسے بھی ایک روپیہ دیا گیا اور تیسرا مزدور محمدی تھا، اُس نے (حنفی وقت کے مطابق) عصر سے مغرب تک کام کیا تو اُسے دو روپے دیے گئے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

فَغَضِبَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارىٰ، فَقَالُوا: نَحْنُ أَكْثَرُ عَمَلًا وَأَقَلُّ عَطَاءً، قَالَ اللّٰهُ: هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ شَيْئًا؟ قَالُوا: لَا، قَالَ: فَإِنَّهُ فَضْلِي أُعْطِيهِ مَنْ شِئْتُ.

''اِس پر یہود و نصاریٰ غضبناک ہو کر کہنے لگے: ہمارا کام زیادہ ہے اور مزدوری کم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا میں نے تمہارے حق سے کچھ کم کیا ہے؟ اُنہوں نے کہا: نہیں، فرمایا: پھر یہ میرا فضل ہے میں نے جسے چاہا عطا کر دیا''۔(۱)

پہلے مزدور کے سات گھنٹے اور مزدوری ایک روپیہ، دوسرے کے تین گھنٹے اور مزدوری ایک روپیہ اور تیسرے کا ڈیڑھ گھنٹہ اور مزدوری دو روپے۔ حساب خود لگا لیجئے اور بتلایئے کہ تیسرے مزدور کو اِس قدر کم وقت پر اتنا زیادہ اجرت اگر فضل خداوندی ہے اور

(۱) بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب: ۵۰، ۵۱، حديث ۳۴۵۹۔

بحیثیتِ امتی کوئی محمدی شخص اپنی اِس افضلیت کا انکار نہیں کرتا تو اُسے مان لینا چاہیئے کہ جس طرح وہ اپنے مقابلہ میں دوسری امتوں سے افضل ہے اسی طرح اُمت کے مقابلہ میں حسنین کریمین علیہما السلام سے پوری امت سے افضل ہیں ماسوا اُن ہستیوں کے جنہیں نبی کریم ﷺ نے خود مستثنیٰ کر دیا، اور وہ اُن دونوں کے ماں باپ ہیں، جیسا کہ پیچھے نقل کیا جاچکا ہے کہ اُن کا بابا اُن دونوں سے افضل ہے۔ اِس سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ جب اُمت میں حسنین کریمین کی نظیر لانا ممکن نہیں تو پھر جو اُن سے بھی افضل ہو اُس کی نظیر لانا کیونکر ممکن ہوگا؟ معلوم ہوا کہ اہل کساء علیہم السلام مفاضلہ ومباحثہ کی بحث سے مستثنیٰ ہیں۔

کچھ عیاں اور کچھ نہاں حقیقت

یہاں ایک کچھ مخفی اور کچھ عیاں حقیقت بھی سنتے چلئے۔ وہ یہ کہ اسلاف کرام میں اہل سنت کے بہت سے اہل تحقیق علماء اور صوفیہ اہل کساء علیہم السلام کو ساری امت سے افضل سمجھتے رہے اور فی زمانہ بھی عرب وعجم میں بہت سے اہل تحقیق علماء اسی عقیدے کے حامل ہیں۔ راقم الحروف ذاتی طور پر متعدد سنی جید علماء اور صلحاء کو اچھی طرح جانتا ہے جن کا عقیدہ یہی ہے مگر وہ بوجوہ کھل کر اپنے عقیدہ کا اظہار نہیں کر سکتے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ کون سی وجوہ ہیں؟ اس سلسلے میں فی الحال اتنا عرض کرتا ہوں کہ خلافت راشدہ کے بعد جب ملوکیت نے اپنے پنجے گاڑنے شروع کیے تو ملوکیت نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت میں نہیں بلکہ اپنے استحکام ومفاد کی خاطر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بڑھانا اور اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کو گھٹانا شروع کیا، اور اس معاملہ میں اس حد تک آگے نکل گئے کہ افضلیت اہل بیت کے قائلین کو تو کجا بلکہ فقط اُن کے مبارک ناموں پر اپنے بچوں کے نام رکھنے والوں پر بھی تشدد کرتے حتیٰ کہ قتل بھی کر دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل بیت کرام علیہم السلام تو اپنے بچوں کے نام ابوبکر، عمر اور عثمان رکھتے رہے مگر اُس دور کے صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم اہل بیت کے ناموں پر اپنے بچوں کے نام رکھنے سے قاصر رہے۔ سیدنا امام حسن بصری رضی اللہ عنہ تو سندِ حدیث میں بھی مولا علی علیہ السلام کا نام لینے سے گھبراتے تھے۔(۱)

غرضیکہ اُس دور میں اہل بیت کرام علیہم السلام کی افضلیت تو دور کی بات ہے فضیلت کا اظہار کرنا بلکہ نام لینا بھی مشکل تھا۔ بدقسمتی کی بات ہے کہ تب سے اب تک اکثر لوگ اُسی سرکاری مذہب پر گامزن ہیں اور جن اہل تحقیق پر حقیقت عیاں ہو جاتی ہے وہ سکوت وتوقف میں سلامتی سمجھتے ہیں۔ یاد رہے کہ اب بھی بعض نام نہاد ممالک اسلامیہ میں ایسے لوگوں کو ویزہ دینے سے گریز کیا جاتا ہے جن کے نام اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کے ناموں پر ہوں، تاہم ہر زمانے میں ایسے علماء وصوفیہ ضرور رہے ہیں جو کسی قسم کے الزام وطعن کی پروا کیے بغیر اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرتے رہے ہیں۔ آیئے اس پر چند مثالیں ملاحظہ فرمایئے:

اہل کساء رضی اللہ عنہم کا افضلیت کی بحث سے مستثنیٰ ہونا

بعض علماء وصوفیہ نے اہل کساء علیہم السلام کی مذکورہ خصوصیات کی وجہ سے اُنہیں افضل سمجھا تو ہے مگر اُنہوں نے اُس افضلیت کے اظہار کا انداز ایسا اپنایا ہے جس میں احتیاطی پہلو نظر آتا ہے۔ مثلاً شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم کی افضلیت کی بحث میں لکھتے ہیں:

> بعضے از فقہاء محدثین در شرح قصیدہ امالیہ
> نقل کردہ اند کہ افضلیت خلفاء اربعہ مخصوص

---

(۱) تدريب الراوي للسيوطي ج١ ص٢٣؛ شرح علل الترمذي لابن رجب الحنبلي ص١٧٧؛ شرحُ شرح نخبة الفكر للقاري ص٤٠٣؛ حياة الحسن البصري للدكتورة روضة الجمال الحصري ص٢٧٠۔

است بماعدائے اولاد پیغمبر ﷺ۔

''بعض فقہاء محدثین کرام نے شرح قصیدہ امالیہ میں نقل کیا ہے کہ خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم کی افضلیت مخصوص ہے رسول اللہ ﷺ کی اولاد اطہار علیہم السلام کے علاوہ''۔(۱)

یہی حقیقت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ثابت ہے۔ان کے فرزند حضرت عبداللہ بن احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ أَبِي ، قُلْتُ : مَنْ أَفْضَلُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَ : أَبُوبَكْرٍ . قُلْتُ : يَاأَبَتِ ثُمَّ مَنْ ؟ قَالَ: عُمَرُ . قُلْتُ: يَا أَبَتِ ثُمَّ مَنْ ؟ قَالَ : عُثْمَانُ ، قُلْتُ : يَاأَبَتِ فَعَلِيٌّ ؟ قَالَ: يَا بُنَيَّ عَلِيٌّ مِنْ أَهْلِ بَيْتٍ لَا يُقَاسُ بِهِمْ أَحَدٌ.

''میں نے اپنے ابا سے سوال کیا، میں نے عرض کیا: رسول اللہ ﷺ کے بعد سب لوگوں سے کون افضل ہے؟ فرمایا: ابوبکر۔ میں نے عرض کیا: اباجان پھر کون؟ فرمایا: عمر۔ میں نے عرض کیا: اباجان پھر کون؟ فرمایا: عثمان رضی اللہ عنہ۔ میں نے عرض کیا تو علی؟ فرمایا: بیٹا! علی اہلِ بیت کرام رضی اللہ عنہم سے ہیں اُن پر کسی کو قیاس نہیں کیا جاسکتا''۔(۲)

شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حقیقت کو یوں بیان فرمایا ہے:

فَلَا تَعْدِلْ بِأَهْلِ الْبَيْتِ خَلْقاً فَأَهْلُ الْبَيْتِ هُمْ أَهْلُ السِّيَادَةِ

---

(۱) تكميل الإيمان فارسي ص١٤٨۔

(۲) الجامع لعلوم الإمام أحمد ج٤ ص٣٤٧؛ مناقب الإمام أحمد بن حنبل، لابن الجوزي ص٢١٢۔

"سوتم اہل بیت کرام علیہم السلام کو عام مخلوق کے برابر مت سمجھو، اہل بیت ہی اہل سیادت ہیں"۔(۱)

مرتبۂ علی تو دیکھو!

متعدد احادیث میں یہی حقیقت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔ ایک شخص نے اُن سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق دریافت کیا تو اُنہوں نے تفصیل سے جواب دیا، پھر سائل نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھا تو اُنہوں نے یوں مختصر جواب دیا:

لَا تَسْئَلْ عَنْهُ ، أَلَا تَرٰی مَنْزِلَتَهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ.

"اُن کے متعلق مت پوچھو، کیا تم رسول اللہ ﷺ کے ہاں اُن کا مرتبہ نہیں دیکھتے؟"۔(۲)

بعض مرتبہ اُنہوں نے بعض سائلین کو یوں جواب دیا:

لَا تَسْئَلْ عَنْ عَلِيٍّ ، وَلٰكِنْ انْظُرْ إِلٰی بَيْتِهِ مِنْ بُيُوْتِ النَّبِيِّ ﷺ.

"تم علی کے متعلق مت پوچھو، لیکن تم رسول اللہ ﷺ کے گھروں میں اُن کے گھر کو دیکھو"۔(۳)

---

(۱) الفتوحات المكية ج۷ ص ۲۵۵، ۲۵۶، وط: ج۷ ص ۲۰۵۔

(۲) السنن الكبرىٰ للنسائي ج۷ ص ٤٤٦ حديث ٨٤٣٥؛ المصنف لعبد الرزاق ج۵ ص ۳۱۱، ۳۱۲ حديث ۹۸۲۹؛ فضائل الصحابة ج۲ ص ۷۳٦ حديث ۱۰۱۲؛ المعجم الأوسط ج۲ ص ۳۸ حديث ۱۱٦٦؛ مجمع البحرين ج۳ ص ۳۷٤ حديث ۳٦۸٤؛ مجمع الزوائد ج۹ ص ۱۱۵ حديث ١٤٦٧٥۔

(۳) السنن الكبرىٰ للنسائي ج۷ ص ٤٤۷ حديث ٨٤٣٨؛ خصائص علي ص ۱۲۳ حديث ۱۰۷۔

بخاری شریف میں ہے:

ثُمَّ سَأَلَهُ عَنْ عَلِيٍّ ، فَذَكَرَ مَحَاسِنَ عَمَلِهِ ، قَالَ : هُوَ ذَاكَ بَيْتُهُ ، أَوْسَطُ بُيُوتِ النَّبِيِّ ﷺ.

’’پھر سائل نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق دریافت کیا تو اُنہوں نے اُن کے اعمال کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے فرمایا: وہ اُن کا گھر ہے نبی کریم ﷺ کے افضل گھروں میں‘‘۔(۱)

اہل بیت اور صحابہ دو اصطلاحیں

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے مذکورہ بالا تمام جوابات سے معلوم ہوا کہ اُن نزدیک اہل بیت کرام علیہم السلام مسئلہ افضلیت کی بحث سے مستثنیٰ تھے، ورنہ سائل کو یہ فرمانے کی آخر کیا ضرورت تھی کہ اُن کے متعلق مت پوچھو، بلکہ یہ دیکھو کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اُن کی قربت کتنی تھی اور اتنا ہی غور کرلو کہ اُن کی رہائش کہاں ہے؟ دراصل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ’’اہل بیت‘‘ اور ’’صحابہ‘‘ الگ الگ دو اصطلاحیں تھیں۔ چنانچہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے اخلاق عالیہ کے بیان میں فرماتی ہیں:

مَا كَانَ أَحَدٌ أَحْسَنَ خُلُقًا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، مَا دَعَاهُ أَحَدٌ مِنَ الصَّحَابَةِ وَلَا مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ إِلَّا قَالَ : لَبَّيْكَ ، فَلِذٰلِكَ أَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَإِنَّكَ لَعَلىٰ خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾.

’’رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کسی بھی انسان کا خُلق اچھا نہیں تھا، آپ

---

(۱) بخاري: كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب علي بن أبي طالب رضی اللہ عنہ ص ۵۰۵ حديث ۳۷۰۴۔

کو صحابہ اور آپ کے اہل بیت میں سے کسی نے بھی بلایا تو آپ نے فرمایا: لَبَّیْکَ (میں حاضر ہوں) اسی لیے اللہ ﷻ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿اور یقیناً آپ عظیم خُلق پر پیدا ہوئے﴾"۔(۱)

معلوم ہوا کہ اہل بیت عظام اور صحابہ کرام دو الگ الگ حیثیتیں تھی، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جس مفاضلہ کا ذکر کیا ہے وہ اہل بیت کرام علیہم السلام اور صحابہ کرام ﷡ کے مابین نہیں تھا بلکہ فقط صحابہ اور صحابہ کے درمیان تھا۔ آیئے! ذرا بخاری شریف کی درجِ ذیل حدیث کو مکمل غور وخوض سے پڑھیے! حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

كُنَّا فِي زَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ لا نَعدِلُ بِأَبِي بَكْرٍ أَحداً ، ثُمَّ عُمَرَ ، ثُمَّ عُثْمَانَ ، ثُمَّ نَتْرُكُ أَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ لا نُفَاضِلُ بَيْنَهُمْ.

"نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ہم سیدنا ابو بکر ﷛ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے، پھر سیدنا عمر پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے، پھر ہم نبی کریم ﷺ کے صحابہ کو چھوڑ دیتے تھے، اُن کے مابین مفاضلہ نہیں کرتے تھے"۔(۲)

اگر آپ اِس حدیث کو مذکور الصدر احادیث سے ملا کر غور فرمائیں تو یقیناً اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ سیدنا ابن عمر ﷛ کے نزدیک سیدنا علی ﷛ مفاضلہ وموازنہ کی بحث سے

(۱) أخلاق النبي لأبي حيان ج١ ص٧٥ حديث ٢؛ أسباب النزول للواحدي ص٤٤٣؛ دلائل النبوة لأبي نعيم ص١٨١ حديث ١١٩؛ الدر المنثور ج١٤ ص ٦٢٢؛ الاستيعاب في بيان الأسباب ج٣ ص٤٥٢۔

(۲) بخاري: كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب عثمان بن عفان ﷛ ص٥٠٣ حديث ٣٦٩٧۔

مستثنیٰ تھے، کیونکہ وہ محض صحابی نہیں بلکہ اہل بیت کرام علیہم السلام میں سے بھی تھے۔ صحابی ہونا الگ فضیلت ہے اور اہل بیت سے ہونا الگ فضیلت ہے۔ اہل بیت کے کسی فرد میں یہ دونوں فضیلتیں جمع ہو سکتی ہیں مگر غیر اہل بیت میں سے کسی صحابی میں یہ دونوں فضیلتیں جمع نہیں ہو سکتیں، خواہ وہ نبی کریم ﷺ کا سالہ ہو یا سسر۔

نواصبِ زمانہ اپنے آباء کے منہج پر

نواصب و بنوامیہ کے پیدا کردہ جن اشکالات کا ہمارے علماء آج تک شکار ہیں، اُن اشکالات کو ہمارے اسلاف کرام نے حل کر دیا تھا لیکن بدقسمتی ہے کہ ہر دور کے نواصب اُن اشکالات کو اپنے اپنے انداز میں چلاتے رہتے ہیں اور اپنے آباء کے عقائد ِفاسدہ کو زندہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مذکورہ بالا حدیث سے پیدا کردہ اشکال پر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند بھی پریشان ہوئے تھے مگر اُن کے والد گرامی نے اُسے اہل بیت اور صحابہ کی جداگانہ اصطلاح کے ذریعے حل فرما دیا تھا۔ آیئے ذرا بیٹے اور باپ کے سوال و جواب کو غور سے پڑھیے! امام عبداللہ بن احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سَـأَلْـتُ أَبِـي عَـنْ حَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ : كُنَّا إِذَا فَاضَلْنَا بَيْنَ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قُلْنَا : أَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ، فَـقَـالَ : هُوَ كَمَا قَالَ . قُلْتُ پ: فَأَيْنَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ ؟ قَالَ: يَابُنَيَّ ! لَمْ يَقُلْ مِنْ أَهْلِ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ.

”میں نے اپنے بابا سے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کے متعلق پوچھا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم جب رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین مفاضلہ کرتے تو کہتے: ابوبکر، عمر اور عثمان۔ فرمایا: ایسا ہی ہے جیسا کہ اُنہوں نے فرمایا۔ میں نے عرض کیا: پھر علی

بن ابی طالب کی فضیلت کہاں گئی؟ فرمایا: بیٹا! اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت کرام علیہم السلام کی بات نہیں کی"۔(۱)

چونکہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فقط صحابہ کا ذکر کیا ہے، جیسا کہ اُن کے الفاظ ہیں: "ثُمَّ نَتۡرُکُ أَصۡحَابَ النَّبِيِّ ﷺ" (پھر ہم نبی کریم ﷺ کے صحابہ کو چھوڑ دیتے تھے) اسی لیے امام احمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیٹا! اُنہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی مفاضلہ کی بات کی ہے، اہل بیت اور صحابہ کے مابین تقابل کی بات نہیں کی۔

قولِ ابن عمر کی توضیح خود اُن ہی سے

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے مختلف اقوال سے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے استنباط کر کے جو نتیجہ نکالا ہے اُس کی تائید بعض آثار (اقوال صحابہ) اور احادیث نبویہ ﷺ سے بھی ہوتی ہے، حتیٰ کہ بعض آثار خود ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہیں۔ چنانچہ بعض اوقات جب وہ خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی فضیلت بیان کر چکے تو اُن سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق سوال کیا گیا:

يَا أَبَا عَبۡدِ الرَّحۡمَانِ! فَعَلِيٌّ؟ قَالَ ابۡنُ عُمَرَ: عَلِيٌّ مِنۡ أَهۡلِ الۡبَيۡتِ لَا يُقَاسُ بِهِمۡ.

"اے ابو عبد الرحمان! پھر علی؟ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سیدنا علی رضی اللہ عنہ اہل بیت سے ہیں اُن پر کسی کو قیاس نہیں کیا جا سکتا"۔(۲)

یہی حقیقت خود سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔ چنانچہ ابو البختری بیان کرتے

(۱) الجامع لعلوم الإمام أحمد، قسم العقيدة(۲) ج٤ ص ٣٤٧، ٣٤٨۔

(۲) الرياض النضرة، الباب الرابع في مناقب أمير المؤمنين علي بن أبي طالب رضي الله عنه، الفصل السابع في أفضليته، ج٣ ص ١٨٠، دار الكتب العلمية.

ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایک خطاب میں ارشاد فرمایا:

أَلا إِنَّ خَيرَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا أَبُوبَكْرٍ وَّعُمَرُ ، فَقَالَ: رَجُلٌ : وَأَنْتَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ؟ فَقَالَ : نَحْنُ أَهْلُ الْبَيْتِ لَا يُوَازِيْنَا أَحَدٌ.

"یاد رکھو! نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس امت کی بہترین ہستیاں حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ہیں، ایک شخص نے کہا: یا امیر المومنین اور آپ؟ فرمایا: ہم اہل بیت ہیں ہمارے ساتھ کسی کا موازنہ نہیں ہوسکتا"۔(۱)

علامہ محبّ الطبری نے اس سلسلے میں ایک حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی نقل کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : نَحْنُ أَهْلُ بَيْتٍ لَا يُقَاسُ بِنَا أَحَدٌ.

"سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم اہل بیت ہیں ہم پر کسی کو قیاس نہ کیا جائے"۔(۲)

---

(۱) حلية الأولياء ج٧ص٢٠١ ،مارواه شعبة من الأحاديث النبوية من فضل الخلفاء الراشدين ؛جمع الجوامع ج١١ص٥٢حديث ٢١٩ وج١٣ ص١٠٣حديث٩٠٥٠؛تقريب البغية بترتيب أحاديث الحلية للهيثمي ج٣ ص٧٤حديث٣٢٢١ ؛ سنن الأصفهاني ج٢ص٥٢٦حديث٣٣٦٤۔

(۲) ذخائر العقبىٰ في مناقب ذوى القربىٰ ص١٠٣؛جمع الجوامع ج ١٠ ص٤٢٧حديث ٢٣٧٦٥ ،حرف النون؛كنوز الحقائق ج٢ ص ٢٣٢؛ كنز العمال،الباب الخامس،في فضل أهل البيت ، ج١٢ص ١٠٤حديث ٣٤٢٠١ ؛ ينابيع المودة ج٢ص٦٨، ٨٣، ١١٤، ١١٧ وج١ص ٤٥٩۔

ہر چند کہ سند کے لحاظ سے اِس حدیث میں کلام کی گنجائش ہے مگر اِس کا متن قرآن مجید سے مؤیَّد ہے، کیونکہ سورۃ الأحزاب آیت نمبر ۳۲ میں اُمہات المومنین کی شان میں فرمایا گیا ہے کہ وہ دوسری عورتوں کی مانند نہیں ہیں، جبکہ ہم پیچھے ثابت کر چکے ہیں کہ اہل کساء علیہم السلام امہات سے بھی افضل ہیں۔ اِس سے معلوم ہوا کہ اہل کساء علیہم السلام مفاضلہ (فضائل کے تقابل) سے مستثنیٰ ہیں۔ اُن کا اہل بیت ہونا ہی ماسوا نبوت کے تمام عظمتوں کو محیط ہے اور صحابیت اُس پر مستزاد ہے۔ اس سلسلے میں دورِ حاضر کے اہل حدیث عالم شیخ عبداللہ دانش حفظہ اللہ تعالیٰ کے یہ الفاظ بہت خوب ہیں، وہ لکھتے ہیں:

> ''خاندانِ نبوت کو اللہ نے دوہری شان نصیب کی ہے۔ ایک صحابی ہونے کی، دوسرا اہل بیت ہونے کی، جبکہ دیگر تمام صحابہ دوسری فضیلت سے محروم ہیں۔ وہ صرف اکہری فضیلت صحابی ہونے کی رکھتے ہیں''۔(۱)

میں کہتا ہوں: یہ بھی ٹھیک ہے مگر حقیقت اِس سے بھی بلند ہے، اہل کساء علیہم السلام فقط دوہری (دوگنا) فضیلت کے حامل نہیں بلکہ سہ گنا فضیلت کے حامل ہیں۔ وہ صحابی ہیں، پھر ہاشمی ہونے کی وجہ سے اہل بیت سے بھی ہیں اور پھر اہل بیت کرام میں سے اہل کساء (چادر تطہیر والے) بھی ہیں۔ لہٰذا سیدنا ابن عمر، امام احمد بن حنبل، شیخ اکبر ابن عربی، علامہ تفتازانی، شارح قصیدہ امالیہ، شیخ عبد الحق محدث دہلوی اور دوسرے حضرات کا یہ قول برحق ہے کہ تفضیل و افضلیت کی بحث سے اہل کساء علیہم السلام ماوراء ہیں، اُن پر کسی کو قیاس کرنا نبی کریم ﷺ کا اُن کو چادر میں لینا، آپ کا اُنہیں ''خَاصَّتِي'' (میرے خاص) قرار دینا اور ''حَامَّتِي'' (میرے محبوب ومخصوص) فرمانا کے سراسر خلاف اور آوازِ نبوی ﷺ پر آواز بلند کرنے کے مترادف ہے۔

---

(۱) متن أربعين إمام حسين رضی اللہ عنہ ص ۹۸۔

مصدر و منبعِ فضیلت کون؟

حیرت ہے کہ جب اہل کساء علیہم السلام میں سے کسی کی افضلیت ثابت ہو رہی ہو تو کچھ لوگ فوراً کہہ اُٹھتے ہیں کہ جی اس افضلیت کا تعلق فقط اہل بیت سے ہے۔ میں پوچھتا ہوں: اس کا کیا مطلب ہے، کیا وہ یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ فضیلت کا منبع و مصدر غیر اہل بیت ہیں؟ اگر وہ یہی سمجھتے ہیں تو یقیناً یہ مردود و باطل خیال ہے۔ حقیقت وہ ہے جو اوپر بیان ہوئی کہ اہل بیت خصوصاً اہل کساء علیہم السلام پر کسی کو قیاس ہی نہیں کیا جا سکتا۔ یہ وہ ہستیاں ہیں جنہیں اہل بیت میں سے مخصوص فرمایا گیا اور اہل بیت وہ ہیں جنہیں بنو ہاشم سے چنا گیا اور بنو ہاشم روئے زمین کے تمام خاندانوں سے افضل ہیں۔ الغرض اہل کساء علیہم السلام اکہری نہیں، دوہری نہیں، سہ گنا نہیں بلکہ چہار گنا فضیلت کے حامل ہیں، وہ بنو ہاشم ہیں، اہل بیت ہیں، اہل کساء ہیں اور پھر صحابی بھی ہیں۔

دیکھیے! جو خواتین عقدِ نبوی میں آنے کی بدولت بیتِ نبوی کا حصہ بنیں، وہ اصالۃً نہیں بلکہ محض تبعاً اہل بیت قرار پائیں اور ایسی فضیلت پر پہنچیں کہ قرآن کی رو سے وہ دوسری خواتین کی مانند نہیں رہیں تو پھر وہ مخصوص ہستیاں جو تبعاً نہیں بلکہ اصالۃً اہل بیت ہیں، اہل کساء ہیں اور پھر قرآن مجید کے ساتھ دوسرے ثقل اکبر ہونے کی شان کے حامل بھی ہیں، اُن کی مانند کوئی کیوں کر ہو سکتا ہے؟

کیا قرآن مجید سے افضل کوئی کتاب ہے؟

کیا کوئی کتاب قرآن مجید سے افضل ہے؟ اگر نہیں تو پھر ثقلین میں سے دوسرے ثقل سے افضل کوئی کیسے ہو سکتا ہے؟ اہل کساء علیہم السلام کو قرآن کریم کے ساتھ چھوڑا گیا، لہٰذا جس طرح قرآن مجید سے افضل کوئی کتاب نہیں اسی طرح اہل کساء رضی اللہ عنہم سے کوئی امتی افضل نہیں ہو سکتا۔ گذشتہ سطور میں علامہ ابن تیمیہ کی جو تصریح گذر چکی ہے اُسے ایک

مرتبہ پھر ذہن میں لائیے۔ انہوں نے کہا: بنو ہاشم کا فاضل ہر فاضل سے افضل ہے اور اُن کا عمل ہر ایک کے عمل سے افضل ہے۔ لہٰذا میرا عقیدہ ہے کہ جس طرح اہل کساء ﷺ کے فاضل سے کوئی فاضل افضل نہیں تھا، اسی طرح قیامت تک اہل کساء علیہم السلام کی اولاد کے فاضل سے کوئی فاضل افضل ہوا، نہ ہوگا اور نہ ہی ہو سکتا ہے، اور اُن کے عمل سے کسی کا عمل افضل ہوا، نہ ہوگا اور نہ ہی ہو سکتا ہے۔

کس قدر بے حیائی اور ڈھٹائی کی بات ہے کہ بعض لوگ اہل کساء علیہم السلام کی افضلیت کا انکار بھی کرتے ہیں اور پھر نسلاً سید نہ ہونے کے باوجود خود کو سید کہلوانا بھی پسند کرتے ہیں۔ اُن کا اپنے لیے سیادت کے ٹائٹل کو پسند کرنا ایسے ہی ہے جیسے نقل پر اصل کا لیبل لگانا، تاہم اُن کی یہ نقل اصل کی عظمت کا عملی اعتراف ہے۔

آل رسول ﷺ میں سے میرے بعض محسنین پر اُن کے بعض غیر سادات احباب نے اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ تم سید لوگ خود کو دوسروں سے افضل کیوں سمجھتے ہو؟ اُنہوں نے فرمایا: معاذ اللہ تعالیٰ، یہ تو تکبر ہے اور ہمیں ہمارے جد کریم ﷺ نے تکبر سے منع فرمایا ہے، لہٰذا ہم کیوں خود کو دوسروں سے افضل سمجھیں گے۔ ہم ایسا کچھ نہیں سمجھتے البتہ دوسرے لوگ ہمیں افضل سمجھتے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ہم اپنی نسبی نسبت کو چھپا کر کسی دوسری قوم میں جانا پسند نہیں کرتے مگر دوسرے لوگ اپنی شناخت کو چھپا کر ہماری قومیت کا لیبل لگانا پسند کرتے ہیں۔

اعترافِ عجز

راقم الحروف اپنی ہر تالیف میں لکھتا ہے کہ کتابِ الٰہی کے علاوہ کوئی بھی کتاب خطا و اغلاط سے خالی ہوتی ہے اور نہ ہی ہو سکتی ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ کوئی بھی انسان لغزش و غلطیوں سے پاک ہوتا ہے اور نہ ہو سکتا ہے، لہٰذا اگر کسی کو میرا کوئی موقف کتاب و سنت اور لولے لنگڑے نہیں بلکہ کامل اجماعِ امت کے خلاف نظر آئے تو

دلائل کے ساتھ مجھے آگاہ کرے۔

خیال رہے کہ راقم الحروف انتہائی کمزور، عاجز اور فقیر انسان ہے، اور اِس کو عالم ہونے کا بھی دعویٰ نہیں ہے، سواِسے مناظرہ بازی سے عاجز سمجھا جائے۔ اِس کے پاس سے زیادہ سے زیادہ علم نکلا بھی تو وہ امیر اہل سنت کے لگ بھگ ہوگا، لہٰذا جس کسی کو راقم الحروف کے کسی موقف سے اختلاف ہو تو اُسے چاہیئے کہ پہلے وہ مکمل سیاق وسباق کے ساتھ میرا موقف تحریر کرے پھر دلائل کے ساتھ اُس کا خطا یا باطل ہونا واضح کردے تو یہ فقیر کسی قسم کی آئیں بائیں شائیں کے بغیر فوراً رجوع کرے گا۔ إن شاء اللّٰہ تعالیٰ.

نوٹ:

جو علماءِ حق تحریراً مجھ پر میرے موقف کا غلط وباطل ہونا دلائل کے ساتھ واضح فرمائیں گے، میں اپنے تحریری رجوع میں اُن کے دلائلِ صحیحہ کو اور اپنے غلط موقف کو قلم بند کرکے قارئین کرام کے سامنے پیش کروں گا اور اُن علماء کرام کا مکمل نام وپتہ لکھ کر اُن کا شکریہ ادا کروں گا، لیکن تحریر کے علاوہ دوسرا کوئی طریقہ قابل قبول نہیں ہوگا۔

اظہارِ تشکر

سب سے پہلے اللّٰہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اُس کی عطا کردہ توفیق سے یہ چند سطور لکھی جاسکیں۔ پھر میں عزیزم علامہ نصیر احمد نقشبندی آف اُوچ شریف کا شکر گزار ہوں کہ اُنہوں نے اس رسالہ کی پروف ریڈنگ فرمائی۔ یہاں میں خصوصاً برادرِ مکرّم علامہ قاری ظہور احمد چشتی مہروی حفظہ اللہ تعالیٰ، آف گوجر خاں کا سپاس گزار ہوں کہ اُن کی خصوصی دلچسپی سے یہ رسالہ خوبصورت شکل میں انتہائی سرعت کے ساتھ منظر عام پر آگیا۔ اللّٰہ جَلَّ جَلَالُہٗ قاری صاحب اور اُن کے خانوادہ پر اپنے فضل وکرم کے دروازے کشادہ فرمائے اور اُن کے والدین اور جملہ اقارب کی کلی مغفرت فرمائے۔

اِس اشاعت پر بعض محبان کرام کا خصوصی شکریہ

گذشتہ کئی ماہ سے یہ رسالہ ختم ہو چکا تھا، بعض حضرات نے طلب فرمایا تو اُنہیں یہ جان کر دُکھ ہوا کہ یہ ختم ہو چکا ہے، اِس پر اُنہوں نے اپنے تعاون پر اِس کی اشاعتِ ثانی کی خواہش کا اظہار فرمایا، لہٰذا اُن کی خواہش کے احترام میں نظرِ ثانی، فہرست مضامین، مآخذ ومراجع اور کچھ ضروری اضافہ کے ساتھ اِسے دوبارہ چھاپ دیا: جن محبانِ اہل بیت کرام علیہم السلام نے اِس کی اشاعتِ ثانیہ کی فرمائش کی وہ Uk میں مقیم دوسنی نوجوان ہیں جو خود کو ''جماعتِ حیدر کرار'' سے موسوم کرتے ہیں۔ بلاشبہ جب عزم بلند اور غیر متزلزل ہو تو انسان تنہا ہونے کے باوجود بھی ایک اُمت کی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً.

''بیشک ابراہیم (علیہ السلام) ایک امت تھا''۔(النحل: ۱۲۰)

سیدنا ابراہیم علیہ السلام ایک عزم بلند کے ساتھ تنہا چلے تھے لیکن خدائی کے جھوٹے دعویداروں کو نیست ونابود کرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے اور اب ایک امت مسلمہ اُن کی ملت کی پیروکار ہے اور ہر نماز میں اُن پر اور اُن کی آل پر درود بھیجا جاتا ہے۔ Uk میں مقیم یہ نوجوان حال ہی (اکتوبر 2018ء) میں مجھ سے متعارف ہوئے، دعا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اِن کے عزم بلند کو مزید رفعتیں عطا فرمائے اور اُن کی قِلّت کو کثرت میں بدل دے اور حیدر کرار علیہ السلام کے طفیل اُن کی جماعت کو اسم بامسمیٰ بنا دے۔

یہ نوجوان مجھ عاجز سے بہت محبت کرتے ہیں، شاید اِس لیے کہ یہ اپنی طرح مجھے بھی محبانِ اہل بیت کرام علیہم السلام سے سمجھتے ہیں، حالانکہ میں فقط اُن کی محبت کا دم بھرتا ہوں، کاش! میرا یہ دعویٰ حقیقت ہو جائے اور میرا شمار بھی اہل بیت کرام علیہم السلام کے محبین اور ادنیٰ غلاموں میں ہو جائے۔ فی الجملہ یہ کہ یہ نوجوان میری کتب کی آئندہ طباعت

وغیرہ امور میں کافی دلچسپی لے رہے ہیں اور ہر لحاظ سے مجھے سہولتیں بہم پہنچانے کا جذبہ رکھتے ہیں، لہٰذا قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ مجھ عاجز کے لیے اور اِن بچوں کے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صدق و اخلاص سے آگے بڑھنے کی سعادت و توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مجھ ناپاک اور اِن پاکیزہ طینت و مبارک سیرت نوجوانوں کو دارین کی عظمت اور آل پاک کی قربت عطا فرمائے۔

ایک اہم التجا

یہ نالائق پہلی مرتبہ اپنی کسی کتاب میں یہ التجا کر رہا ہے کہ مدارسِ اہلِ سنت کے نصاب میں فضائل اہل بیت کرام علیہم السلام پر مشتمل کچھ کتب شامل کی جانی چاہییں تا کہ اہل اسلام قرآن مجید کے ساتھ ساتھ دوسرے ثقل اکبر کی عظمت سے بھی کما حقہ آشنا ہوں، چونکہ مدارسِ اہل سنت میں اہل اسلام کو مقام اہل بیت کرام علیہم السلام سے کما حقہ آگاہ نہیں کیا جاتا، اِس لیے لاشعوری طور سنی عوام یہ سمجھنے لگے ہیں کہ اہل بیت کرام علیہم السلام کسی دوسرے مکتبِ فکر کے اسلاف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگر سنی حلقوں میں باقاعدگی سے مخصوص ماہ و ایام میں اہل بیت کرام کا تذکرہ اور اُن کے فرمودات بیان کیے جائیں تو شک کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ بالاتفاق تمام مدارسِ اہل سنت کے نصاب میں اسلافِ اہل سنت کی کتب شامل کی جائیں۔ مثلاً امام سمہودی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "جواهر العقدين في فضل الشرفين ،شرف العلم الجلي والنسب النبوي"، امام مقریزی کی "فضل أهل البيت"، امام سخاوی کی "استجلاب ارتقاء الغرف بحب أقرباء الرسول وذوی الشرف"، مومن شبلنجی کی "نورالأبصار في مناقب آل بيت النبي المختار" وغیرھا۔ اور اگر اِن کتب میں سے کسی کتاب کو نصاب میں شامل کرنے پر اتفاق نہ ہو سکے تو پھر جن اہل سنت حضرات سے اپنی مدد آپ جتنا ہو سکے وہ اپنے اپنے مدارس میں اِس موضوع پر کوئی نہ کوئی کتاب ضرور شروع کرا دیں

تا کہ زیر تعلیم بچوں کے دلوں میں ثقلین کی عظمت اور پھر اُن کی اطاعت واتباع کا ذوق وشوق پیدا ہو جائے، اور کتنا ہی اچھا ہو کہ کچھ نئے ادارے ہی اِن پاکیزہ تصورات کی تکمیل کے لیے قائم کیے جائیں۔ یہ عاجز مکمل وثوق سے عرض کرتا ہے کہ اگر ایسا کیا جائے تو رافضیت وناصبیت دونوں کا سدباب ہو جائے گا۔ مدارسِ اہل سنت میں ائمہ اہل بیت کرام علیہم السلام کے اقوال وفرمودات، اُن سے محبت اور اُن کی اتباع کی اہمیت سے آگاہ نہ کرنا بہت بڑی محرومی کا سبب ہے۔

مشہور ومعروف عالمی مبلغ علامہ مولانا محمد طارق جمیل صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ ایسی شخصیت بھی درسیات سے مالامال ہونے کے باوجود مقام وعظمت اہل بیت کرام علیہم السلام سے کما حقہ آگاہ نہیں تھی، پھر جب وہ شہرت کے آسمانوں پر پہنچنے کے بعد مقام اہل بیت سے آگاہ ہوئے تو اپنی گذشتہ زندگی پر افسردہ ہوئے۔ چنانچہ وہ اپنے مکتبِ فکر کے ایک مصنف علامہ حافظ محمد ظفر اللہ شفیق حفظہ اللہ تعالیٰ کی کتاب پر تقریظ کے ضمن میں فرماتے ہیں:

''اپنے تعلیمی اور تدریسی دور میں نصاب میں شامل نہ ہونے کی وجہ سے مجھے مناقبِ اہل بیت رضی اللہ عنہم پڑھنے کا موقعہ نہیں ملا، لیکن دعوت وتبلیغ کے نبوی کام سے جڑنے کے بعد جب مطالعہ کیا تو یہ حقیقت کھلی کہ اہل بیت رضی اللہ عنہم صرف ہماری عقیدت نہیں بلکہ ہمارا عقیدہ ہیں، جس دل میں اُن کی محبت نہیں اُس میں ایمان نہیں۔ اِس معرفت کے بعد میں نے غفلت میں بیتے ہوئے ایام کے لیے استغفار کیا اور ذکر اہل بیت کا اہتمام کیا۔

زیر نظر کتاب کے مطالعہ سے مقام اہل بیت رضی اللہ عنہم کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور قلوب میں اُن کی مودت پیدا ہوتی ہے۔ غور کیجئے تو اِس سلسلے

میں تمام فتنوں کا تریاق یہی معرفت اور مودت ہے، اِس لیے میری رائے میں ہر شخص کو اِس کتاب کا مطالعہ کرتے رہنا چاہیے، مجھے خود اِس کتاب کے مضامین سے بہت تقویت ملی''۔(۱)

علامہ محمد طارق جمیل صاحب کا درجِ ذیل جملہ انتہائی قابلِ توجہ ہے:

''اِس سلسلے میں تمام فتنوں کا تریاق یہی معرفت اور موڈت ہے''۔

بلاشبہ کسی مسلمان کے لیے سب سے بڑا فتنہ گمراہی ہے، اور حدیث شریف میں ہے کہ اگر تم قرآن اور اہل بیت کا دامن تھامے رکھو گے تو:

لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِي.

''میرے بعد ہرگز گمراہ نہیں ہوگے''۔(۲)

حضرت علامہ مولانا محمد طارق جمیل صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کو جب یہ بات سمجھ آگئی تو اُنہوں نے نہ صرف یہ کہ تبلیغی اور تقریری طور پر ذکر اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کو اپنی زندگی کا معمول بنالیا بلکہ میدانِ تحریر کو بھی اِس سعادت سے محروم نہ رکھا اور اِس سلسلے میں باقاعدہ ''گلدستۂ اہل بیت سلام اللہ ورضوانہ علیہم'' کے نام سے ایک کتاب لکھ دی۔ جزاہ اللہ تعالیٰ۔

بارگاہِ الٰہی میں دُعا

یا اللہ! اہل کساء علیہم السلام کے طفیل میری اِس معمولی سی کاوش کو قبول فرماتے

---

(۱) إمام حسين رضی اللہ عنہ اور واقعۂ کربلا ، للحافظ ظفر الله شفيق ص١٦۔

(۲) الجامع الكبير و هو سنن الترمذي : باب مناقب أهل بيت النبي صلی اللہ علیہ وسلم ج٦ ص ١٢٥ حديث ٣٧٨٨ ، وص ١٢٤ حديث ٣٧٨٦ ؛ سلسلة الأحاديث الصحيحة للألباني ج٤ ص ٣٥٧۔

ہوئے اِسے میری، میرے والدین، میرے بہن بھائی، بیوی بچے، جملہ عزیز واقارب، تمام محبین، قارئین اور معاونین کے لیے ذریعۂ مغفرت ونجات بنادے اور دارین کی فوز وفلاح کو ہمارا مقدر فرمادے۔ آمِین! بِجَاہِ حَبِیْبِہِ النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ أَفْضَلُ الصَّلَاۃِ وَالتَّسْلِیْم.

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ. وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ. وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

ماخذ ومراجع

حديث

١ـ **الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان:** محمد بن حبان البستي ، متوفیٰ ٣٥٤هـ، مؤسسة الرسالة ، بيروت ، الطبعة الثالثة ١٤١٨هـ.

٢ـ **الأدب المفرد :** محمد بن إسماعيل البخاري ،متوفیٰ ٢٥٦هـ، دار الصديق،الجيل،السعودية ، الطبعة الثانية ١٤٢١هـ.

٣ـ **إتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة:** أحمد بن أبي بكر بن إسماعيل البوصيري ،متوفیٰ ٨٤٠هـ، مكتبة الرشد، الرياض، الطبعة الأولىٰ ١٤١٩هـ.

٤ـ **البحر الزخار المعروف بمسند البزار:** إمام أبو بكر أحمد بن عمرو البزار، متوفیٰ ٢٩٢هـ، مكتبة العلوم والحكم ، المدينة المنورة ، الطبعة الأولىٰ ١٤٠٩هـ.

٥ـ **تقريب البغية بترتيب أحاديث الحلية:** نور الدين علي بن أبي بكر الهيثمي ،متوفیٰ ٨٠٧هـ،دار الكتب العلمية،بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٠هـ.

٦ـ **جامع المسانيد:** أبو الفرج عبد الرحمن بن علي الجوزي الحنبلي، متوفی ٥٩٧ هـ، مكتبة الرشد،الرياض،الطبعة الأولىٰ ١٤٢٦هـ.

٧ـ **الجامع الصحيح المسند من حديث رسول الله ﷺ وسننه وأيامه (بخاري)** إمام محمد بن إسمعيل البخاري ،متوفیٰ ٢٥٦هـ، مكتبة الرشد،الرياض ،الرياض،الطبعة الثانية ١٤١٩هـ.

٨۔ **الجامع الصغير في أحاديث البشير النذير ﷺ**: جلال الدين عبد الرحمان بن أبي بكر السيوطي متوفّىٰ ٩١١ھ، مكتبة نزار مصطفىٰ الباز، مكة المكرمة، الطبعة الأولى ١٤١٨ھ.

٩۔ **الجامع الكبير وهو سنن الترمذي**: إمام أبو عيسىٰ محمد بن عيسىٰ الترمذي، متوفّىٰ ٢٧٩ھ، دار الغرب الإسلامي، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٩٩٦ء، و ط: مكتبة المعارف، الرياض، الطبعة الأولىٰ.

١٠۔ **الجمع بين الصحيحين**: محمد بن فتوح الحُميدي، متوفى ٤٨٨ھ، دار ابن حزم، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩ھ.

١١۔ **جمع الجوامع**: حافظ جلال الدين عبد الرحمان بن أبي بكر السيوطي، متوفّىٰ ٩١١ھ، دار السعادة، مصر ١٤٦٢ھ.

١٢۔ **الدرر المنتثرة فى الأحاديث المشتهرة**: حافظ جلال الدين عبد الرحمان بن أبي بكر السيوطي، متوفّىٰ ٩١١ھ، عمادة شؤون المكتبات، جامعة الملك سعود، الرياض، ١٣٩٩ھ.

١٣۔ **السلسلة الصحيحة**: محمد ناصر الدين الألباني، متوفّىٰ ١٤٢٠ھ، مكتبة المعارف الرياض، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٠ھ.

١٤۔ **السنة**: إمام أحمد بن عمرو بن أبي عاصم الشيباني، متوفّىٰ ٢٨٧ھ، المكتب الإسلامي، بيروت، الطبعة الثالثة ١٤١٣ھ.

١٥۔ **سنن ابن ماجة**: إمام أبو عبد الله محمد بن يزيد، متوفّىٰ ٢٧٣ھ، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الثانية ١٤١٨ھ، و ط: بتحقيق الألباني، مكتبة المعارف، الرياض، الطبعة الأولىٰ.

١٦۔ **سنن الأصفهاني**: أبو عبد الله عبد السلام بن محمد بن عمر علوش،

مکتبة الرشد ، الرياض ، الطبعة الأولىٰ١٤٢٥ھ.

١٧ـ **السنن الكبرىٰ :** أبو بكر أحمد بن حسين البيهقي، متوفّیٰ ٤٥٨ھ، دار الكتب العلمية ، بيروت،الطبعة الأولىٰ١٤١٤ھ .

١٨ـ **السنن الكبرىٰ:** إمام أبوعبد الرحمن أحمد بن شعيب النسائي ، متوفّیٰ٣٠٣ھ ، مؤسسة الرسالة،بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢١ھ.

١٩ـ **السنن المجتبى:** إمام أبوعبد الرحمن أحمد بن شعيب النسائي، متوفّیٰ ٣٠٣ھ ، دار المعرفة، بيروت ،الطبعة الثالثة ١٤١٤ھ.

٢٠ـ **شرح مشكل الآثار:** إمام أبوجعفر أحمدبن محمد الطحاوي، متوفّیٰ ٣٢١ھ،مؤسسة الرسالة،بيروت،الطبعةالأولىٰ١٤١٥ھ.

٢١ـ **العجاب في بيان الأسباب:** أحمد بن علي بن حجر للعسقلاني، متوفّیٰ٨٥٢ھ،دار ابن الجوزي،الدمام،الطبعة الأولىٰ ١٤١٨ھ.

٢٢ـ **غاية المقصد في زوائد المسند:** علي بن أبي بكر الهيثمي، متوفّیٰ ٨٠٧،دار الكتب العلمية،بيروت،الطبعةالأولىٰ ١٤٢١ھ.

٢٣ـ **الفوائد:** حافظ عبد الوهاب بن محمد المعروف بابن مندة، متوفّیٰ ٤٧٥ھ،دار الكتب العلمية،بيروت،الطبعةالأولىٰ١٤٢٣ھ.

٢٤ـ **كشف الأستارعن زوائد البزار:** علي بن أبي بكر الهيثمي، متوفّیٰ ٨٠٧ھ،مؤسسةالرسالة، بيروت، الطبعةالأولىٰ ١٤٠٤ھ.

٢٥ـ **كنز العمال فى سنن الأقوال والأفعال :** علي متقي ، الهندي، متوفّیٰ٩٧٥ھ،مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٠٥ھ.

٢٦ـ **كنوز الحقائق من حديث خير الخلائق:** عبد الرؤوف المناوي، متوفّیٰ١٠٠٣ھ،دار الكتب العلمية،بيروت،الطبعة الأولىٰ١٤١٨ھ.

۲۷۔ **مجمع البحرين في زوائد المعجمين:** علي بن أبي بكر الهيثمي، متوفّیٰ۸۰۷ھ،مکتبة الرشد، الرياض،الطبعة الأولىٰ۱۴۱۳ھ.

۲۸۔ **مجمع الزوائد ومنبع الفوائد:** علي بن أبي بكر الهيثمي، متوفّی ۸۰۷ھ،دار الفكر،بيروت،الطبعة الأولىٰ ۱۴۱۴ھ، **وط**:دار المنهاج، جدة،الطبعة الأولىٰ۱۴۳۶ھ.

۲۹۔ **المستدرک على الصحيحين:** إمام أبوعبد الله محمد بن عبدالله الحاكم نيشاپوري،متوفّیٰ۴۰۵ھ، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولىٰ۱۴۱۸ھ، **وط**: قديمة، دار المعرفة، بيروت، وط: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۲ھ.

۳۰۔ **المسند:** إمام أحمد بن حنبل،متوفّیٰ۲۴۱ھ، عالم الكتب، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱۴۱۹ھ. **وط**: دار الحديث القاهرة، الطبعة الأولىٰ ۱۴۱۶ھ، **وط**:مؤسسة الرسالة،بيروت، الطبعة الأولىٰ۱۴۲۱ھ.

۳۱۔ **مسند أبى يعلى الموصلي** : إمام أحمد بن علي المثنى التميمي، متوفّیٰ۳۰۷ھ،دار المأمون، دمشق،الطبعة الأولىٰ ۱۴۳۰ھ.

۳۲۔ **مسند إسحاق بن راهويه:** إمام إسحاق بن إبراهيم بن مخلد الحنظلي المروزي،متوفّیٰ ۲۳۸ھ،مكتبة الإيمان،المدينة المنورة، الطبعة الأولىٰ۱۴۱۰ھ.

۳۳۔ **المسند المختصر الصحيح من السنن بنقل العدل من العدل إلىٰ رسول الله ﷺ:(صحيح مسلم)** أبو الحسين مسلم بن الحجاج القشيري النيسابوري،متوفّیٰ۲۶۱ھ،بتحقيق أبوقتيبة نظر محمد الفاريابي،دار طيبة،الرياض،الطبعة الأولىٰ۱۴۲۷ھ.

٣٤- **المصنَّف**: إمام أبوبكر عبد الله بن محمد بن أبي شيبة، متوفیٰ ٢٣٥هـ، مكتبة الرشد، الرياض، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٥هـ.

٣٥- **المصنَّف**: إمام عبد الرزاق بن همام الصنعاني، متوفیٰ ٢١١هـ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢١هـ. **وط**: المجلس العلمي، جنوب إفريقة، الطبعة الأولیٰ ١٣٩٠هـ.

٣٦- **المعجم الأوسط**: إمام أبوالقاسم سليمان بن أحمد الطبراني، متوفیٰ ٣٦٠هـ، مكتبة المعارف، الرياض، ١٤٠٥هـ.

٣٧- **المعجم الكبير**: سليمان بن أحمد الطبراني، متوفیٰ ٣٦٠هـ، دار إحياء التراث العربى، بيروت، **وط**: مكتبة ابن تيمية، القاهرة.

تفسير

٣٨- **البحر المحيط**: أبوحيان محمد بن يوسف الأندلسي، متوفیٰ ٧٤٥هـ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤١٣هـ.

٣٩- **تبيان القرآن**: علامة غلام رسول سعيدي، متوفیٰ ٢٠١٦ء، فريد بك سٹال، لاهور.

٤٠- **تفسير القرآن العظيم**: عماد الدين إسماعيل بن عمربن كثير الشافعي، متوفیٰ ٧٧٤هـ، دار طيبة، الرياض، الطبعة الثانية ١٤٢٠هـ.

٤١- **روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني**: أبو الفضل سيدمحمود آلوسي حنفي بغدادي، متوفیٰ ١٢٧٠هـ، مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٣١هـ.

٤٢- **السراج المنير**: محمد بن أحمد الخطيب الشربيني، متوفیٰ ٩٧٧هـ، دار إحياء التراث العربي، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٥هـ.

٤٣۔ **فتوح الغيب في الكشف عن قناع الريب:** شرف الدين الحسين بن عبد الله الطيبي، متوفی٧٤٣ھ، جائزة دبي الدولية للقرآن الكريم، الطبعة الأولیٰ١٤٣٤ھ.

علوم القرآن

٤٤۔ **الإتقان في علوم القرآن:** جلال الدين عبد الرحمان بن أبي بكر السيوطي، متوفیٰ٩١١ھ، وزارة الشؤون الإسلامية، مجمع الملك الفهد، السعودية.

٤٥۔ **أسباب النزول:** أبوالحسن علي بن أحمد الواحدي، متوفی ٤٦٨ھ، دار الإصلاح، الدمام، الطبعة الثانية١٤١٢ھ.

٤٦۔ **الاستيعاب في بيان الأسباب:** سليم بن عيد الهلالي، محمد بن موسیٰ آل نصر، دار ابن الجوزي، الدمام، الطبعة الأولیٰ١٤٢٥ھ.

٤٧۔ **البرهان في علوم القرآن:** إمام بدر الدين محمد بن عبد الله الزركشي، متوفیٰ٧٩٤ھ، دار الحديث، القاهرة، ١٤٢٧ھ.

٤٨۔ **جمال القراء وكمال الإقراء:** علم الدين علي بن محمد السخاوي، متوفیٰ٦٤٣ھ، مكتبة التراث، مكة المكرمة، الطبعة الأولیٰ١٤٠٨ھ.

شرح حديث

٤٩۔ **فيض القدير شرح الجامع الصغير:** محمد عبد الرؤف المناوي، متوفیٰ١٠٠٣ھ، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الثانية١٣٩١ھ.

٥٠۔ **مرآة المناجيح شرح مشكوة المصابيح:** مفتي أحمد يارخان نعيمي، متوفیٰ١٣٩١ھ، ضياء القرآن، پبلي كيشنز، لاهور.

٥١۔ **مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح:** ملا علي القاري، متوفّیٰ ١٠١٤ھ، المكتبة التجارية، مكة المكرمة، و ط: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٢ھ.

٥٢۔ **منة المنعم في شرح صحيح مسلم:** صفي الدين المباركبوري، دار السلام، الرياض، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٠ھ.

٥٣۔ **نعمة الباري شرح صحيح البخاري:** علامة غلام رسول سعيدي، متوفّیٰ ٢٠١٦ء، فريد بك سٹال، لاهور، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٨ھ.

سيرة

٥٤۔ **أخلاق النبي ﷺ وآدابه:** أبو محمد عبد الله بن محمد المعروف بأبي الشيخ الأصبهاني، متوفّیٰ ٣٦٩ھ، دار المسلم، الرياض، الطبعة الأولیٰ ١٤١٨ھ.

٥٥۔ **دلائل النبوة ومعرفة أحوال صاحب الشريعة:** إمام أبو بكر أحمد بن حسين البيهقي، متوفّیٰ ٤٥٨ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٠٥ھ.

٥٦۔ **سبل الهدیٰ والرشاد في سيرة خير العباد:** إمام محمد بن يوسف الصالحي الشامي، متوفّیٰ ٩٤٢ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤١٤ھ.

٥٧۔ **السيرة النبوية:** أبو الفداء إسماعيل بن كثير الدمشقي الشافعي، متوفّیٰ ٧٧٤ھ، دار الكتاب العربي، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤١٦ھ.

٥٨۔ **شرف المصطفى ﷺ:** أبو سعد عبد الملك الخركوشي النيسابوري، متوفّیٰ ٤٠٦ھ، دار البشائر الإسلامية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٤ھ.

۵۹۔ **الطبقات الکبریٰ**: محمد بن سعد بن منیع الظهري، متوفیٰ ۲۳۰ھ، مکتبة الخانجي القاهرة، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۱ھ، **وط**: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الثانیة ۱۴۳۳ھ.

۶۰۔ **الوفا بأحوال المصطفیٰ**: أبوالفرج عبد الرحمان علي بن الجوزي، متوفیٰ ۵۹۷ھ، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۰۸ھ.

عقائد و کلام

۶۱۔ **تکمیل الإیمان فارسي**: شیخ عبد الحق محدث دهلوي، متوفیٰ ۱۰۵۲ھ، الرحیم اکیڈمي، لیاقت آباد کراچي، ۱۴۲۱ھ.

۶۲۔ **الجامع لعلوم الإمام أحمد**: خالد الرباط وشرکاء ہ، دار الفلاح، مصر، الطبعة الأولیٰ ۱۴۳۰ھ.

۶۳۔ **حقوق أهل البیت**: أحمد بن عبد الحلیم ابن تیمیة، متوفیٰ ۷۲۸ھ، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الثانیة ۱۴۰۷ھ.

۶۴۔ **شرح المقاصد**: إمام مسعود بن عمر الشهیر بسعد الدین تفتازاني، متوفیٰ ۷۹۳ھ، عالم الکتب، بیروت، الطبعة الثانیة ۱۴۱۹ھ.

۶۵۔ **الصواعق المحرقة فی الرد علی أهل البدع والزندقة**: أحمد بن حجر الهیتمي المکي، متوفیٰ ۹۷۵ھ، مکتبة فیاض، المنصورة، مصر، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۹ھ.

۶۶۔ **منصب إمامت**: شاہ محمد إسماعیل شهید، دهلوي، طیب پبلشرز اردوبازار، لاهور، اشاعت چهارم، ۲۰۰۸ء.

فضائل ومناقب

۶۷۔ **استجلاب ارتقاء الغرف بحب أقرباء الرسول وذوی الشرف**:

حافظ شمس الدين محمد بن عبد الرحمان السخاوي، متوفىٰ ۹۰۲ھ، دار البشائر الإسلامية، بيروت.

۶۸۔ **إمام حسين ﷛ اور واقعۂ كربلا:** حافظ محمد ظفر الله شفيق، معاصر، إداره صراط مستقيم، لاهور.

۶۹۔ **جواهر العقدين في فضل الشرفين، شرف العلم الجلي والنسب النبوي:** نور الدين علي بن عبد الله السمهودي، متوفىٰ ۹۱۱ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱۴۱۵ھ.

۷۰۔ **خصائص أمير المؤمنين علي بن أبي طالب ﷛:** إمام أبو عبد الرحمان أحمد بن شعيب النسائي، متوفىٰ ۳۰۳ھ، دار الكتاب العربي، بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۱۷ھ. **وط:** بتحقيق البلوشي، مكتبة المعلىٰ، الكويت، الطبعة الأولىٰ ۱۴۰۶ھ.

۷۱۔ **در السحابة في مناقب القرابة والصحابة:** محمد بن علي الشوكاني، متوفىٰ ۱۲۵۰، دار الفكر، دمشق، الطبعة الأولىٰ ۱۴۰۴ھ.

۷۲۔ **ذخائر العقبى في مناقب ذوى القربىٰ:** محب الدين أحمد بن عبد الله الطبري، متوفىٰ ۶۹۴ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱۴۲۷ھ.

۷۳۔ **الذرية الطاهرة النبوية:** حافظ أبو بشر محمد بن أحمد الدولابي، متوفىٰ ۳۱۰ھ، الدار السلفية، الكويت، الطبعة الأولىٰ ۱۴۰۷.

۷۴۔ **رشفة الصادي من بحر فضائل بنى النبي الهادي:** شهاب الدين أبو بكر العلوي الحضرمي، متوفىٰ [كان حيا قبل: ۱۳۰۳ھ] دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱۴۱۸ھ.

٧٥۔ **الرياض النضرة في مناقب العشرة**: محب الدين أحمد الطبري، متوفیٰ ٦٩٤، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٨ھ۔

٧٦۔ **السيدة خديجة أم المؤمنين وسبّاقة الخلق إلى الإسلام**: عبد الحميد محمود طهماز، دار القلم، دمشق، الطبعة الثانية ١٤١٧ھ۔

٧٧۔ **عظمت أهل بيت رسول ﷺ**: محمد طيب نقشبندي، معاصر، مكتبة البرهان، لاهور، طباعت اول ١٤٣٥ھ۔

٧٨۔ **فضائل الصحابة**: إمام أبو عبد الرحمان أحمد بن شعيب النسائي، متوفّیٰ ٣٠٣ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٠٥ھ۔

٧٩۔ **فضائل الصحابة**: إمام أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل، متوفّیٰ ٢٤١ھ، دار ابن الجوزي، الدمام، الطبعة الثالثة ١٤٢٦ھ۔

٨٠۔ **فضل آل البيت**: إمام تقي الدين أحمد بن علي المقريزي، ٨٤٥ھ، دار الاعتصام للطباعة والنشر، القاهرة۔

٨١۔ **كتاب الأربعين في فضائل آل البيت الطاهرين**: شيخ عبد الله بن صالح بن محمد العبيد، دار البشائر الإسلامية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٣١ھ۔

٨٢۔ **متن أربعين إمام حسين** رضی اللہ عنہ: شيخ عبد الله دانش، العاصم إسلامك بك، لاهور،

٨٣۔ **مناقب الإمام أحمد**: أبو الفرج عبد الرحمان ابن الجوزي، متوفّیٰ ٥٩٧ھ، مكتبة الخانجي، مصر، الطبعة الأولیٰ ١٤٩٩ھ۔

٨٤۔ **ينابيع المودة**: شيخ سليمان بن ابراهيم البلخي القندوزي الحنفي، متوفّیٰ ١٢٩٤ھ، مؤسسة الاعلمي، بيروت، الطبعة الاولیٰ ١٤١٨ھ۔

فقه حنفي

۸۵۔ **أحسن الفتاوى:** مفتي رشيد أحمد لدهيانوي، ايچ ايم سعيد كمپنى كراچي، طبع يازدهم ۱۴۲۵ھ.

۸۶۔ **فتاوى رضوية:** علامة أحمد رضا حنفي، متوفّىٰ ۱۳۴۰ھ، رضا فاؤنڈيشن، جامعة نظامية رضوية، لاهور

فقه شافعي

۸۷۔ **الحاوي للفتاوي:** جلال الدين عبد الرحمان بن أبي بكر السيوطي، متوفّىٰ ۹۱۱ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱۴۰۲ھ، **وط:** دار الكتاب العربي، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱۴۲۵ھ.

فقه حنبلي

۸۸۔ **مجموعة الفتاوى:** أحمد بن عبد الحليم ابن تيمية، متوفّىٰ ۷۲۸ھ، دار ابن حزم، بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۲ھ.

لغت

۸۹۔ **مفردات ألفاظ القرآن:** الحسين بن محمد المعروف بالراغب الأصفهاني، متوفّىٰ ۵۰۲ھ، دار القلم، دمشق، الطبعة الرابعة ۱۴۳۰ھ.

تصوف

۹۰۔ **حلية الأولياء وطبقات الأصفياء:** أبو نعيم أحمد بن عبد الله الأصفهاني، متوفّىٰ ۴۳۰ھ، دار الفكر، بيروت، ۱۴۱۶ھ.

۹۱۔ **الفتوحات المكية:** أبو عبد الله المعروف بابن عربي، متوفّىٰ ۶۳۸ھ، دار الفكر، بيروت، ۱۴۱۴ھ، **وط:** دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثالثة ۲۰۱۱ء.

أصول حديث

٩٢ـ **تدريب الراوي في شرح تقريب النواوي**: إمام جلال الدين عبد الرحمان بن أبي بكر السيوطي متوفّیٰ ٩١١ھ، مكتبة الكوثر، الرياض، الطبعة الثانية ١٤١٥ھ.

٩٣ـ **شرحُ شرح نخبة الفكر في مصطلحات أهل الأثر**: علي بن سلطان محمد الهروي القاري، متوفّیٰ ١٠١٤ھ، شركة دار الأرقم بن أبی الأرقم، بيروت.

٩٤ـ **شرح علل الترمذي**: زين الدين عبد الرحمن بن أحمد بن رجب الحنبلي، متوفّیٰ ٧٩٥ھ، عالم الكتب، بيروت، الطبعة الثانية ١٤٠٥ھ.

تاريخ

٩٥ـ **البداية والنهاية**: إسماعيل بن عمر بن كثير الشافعي، متوفّیٰ ٧٧٤ھ، دار ابن كثير، دمشق، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٨ھ، **وط**: دار هجر، القاهرة الطبعة الأولیٰ ١٤١٧ھ.

٩٦ـ **تاريخ بغداد**: أبو بكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي، متوفّیٰ ٤٦٣ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٥ھ.

٩٧ـ **تاريخ مدينة دمشق**: أبو القاسم علي بن الحسن بن هبة الله الشهير بابن عساكر الشافعي، متوفّیٰ ٥٧١ھ، دار الفكر، بيروت، ١٤١٦ھ.

٩٨ـ **حياة الحسن البصري**: دكتورة روضة الجمال الحصري (معاصرة) دار الكلم الطيب، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٢ھ.

٩٩ـ **رأس الحسين ملحق باستشهاد الحسين**: شيخ أحمد بن عبد الحليم بن تيمية، متوفّیٰ ٧٢٨ھ، دار الكتاب العربي، بيروت، الطبعة

الأولیٰ ١٤٠٦هـ.

١٠٠ـ **سير أعلام النبلاء** : شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي ، متوفّیٰ ٧٤٨هـ ، مؤسسة الرسالة ، بيروت، الطبعة الحادية العشرة ١٤٢٢هـ.

متفرقات

١٠١ـ **المحاسن والمساوي**: إبراهيم بن محمد البيهقي، متوفّیٰ ٣٦٩هـ، دار المعارف، القاهرة.

فہرست مضامین

شَرحُ خَصَائِصِ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ (مطبوع)

چند خصوصیات:

- مکمل عربی متن مع سند
- سابقہ عربی طبعات کی غلطیوں کی اصلاح
- ہر حدیث کی مکمل تخریج وتشریح
- سند کے لحاظ سے علماء اصولِ حدیث سے ہر حدیث پر حکم
- ہر حدیث پر وارد ہونے والے تمام اعتراضات کا متین جواب
- مصنف (امام نسائی رضی اللہ عنہ) کے قائم فرمودہ عنوانات کی روشنی میں خصوصیاتِ مرتضوی
- متن میں مذکور پنجتن پاک رضی اللہ عنہم کا تعارف اور ان کے اہم فضائل وخصائص
- جدید وقدیم تمام ناصبی اعتراضات کا انتہائی علمی اور مہذب رد
- علماء ومشائخِ اہلِ سنت دامت برکاتہم کی گرانقدر تقریظات
- پانچ سو سے زائد مآخذ ومراجع (کتابیات) کی فہرست مع سنہ طباعت اور مطبع وغیرہ
- صفحات (1150) گیارہ سو پچاس
- مکمل بیروتی طرزِ طباعت وبائنڈنگ اور امپورٹڈ کاغذ۔

لطافتِ جسدِ مصطفیٰ ﷺ (مطبوع)

لطافتِ جسدِ مصطفیٰ ﷺ

نبی کریم ﷺ کے جسمِ اقدس کی نفاست ولطافت
اور فضلات شریفہ کی طہارت وبرکت کے موضوع پر
اپنی مثال آپ کتاب۔

تصنیف:
قاری ظہور احمد فیضی

مکتبۃ باب العلم
جامعۃ علی المرتضیٰ، لاہور

مناقب الزہراؑ (مطبوع)

شرح

إتحاف السائل بما لفاطمة من المناقب والفضائل

المعروف

مناقب الزہراؑ

تصنیف

امام زین الدین محمد بن عبد الرؤف المناوی

متوفی ۱۰۳۱ھ

ترجمہ، تخریج، تحقیق، تشریح

قاری ظہور احمد فیضی

مکتبہ باب العلم
جامعہ علی المرتضیٰ، لاہور

(مطبوع)

شرح

أسنی المطالب فی مناقب علی بن أبی طالب علیہ السلام

تصنیف

أبو الخیر شمس الدین محمد بن محمد بن محمد الجزری المقری الشافعی
متوفی ۸۳۳ھ

ترجمہ، تخریج، تحقیق، تشریح

قاری ظہور احمد فیضی

مکتبۃ باب العلم
جامعۃ علی المرتضیٰ، لاہور

(مطبوع)

إِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَّيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ (صحیح مسلم)

أنوارُ العِرفان

فی

اسماءِ القرآن

اسماءِ قرآن کی روشنی میں فضائل وعلوم قرآن اور مقام
صاحبِ قرآن ﷺ پر اپنی نوعیت کی پہلی کتاب

تصنیف
قاری ظہور احمد فیضی
ریسرچ سکالر: جامعہ اسلامیہ، لاہور

مکتبۃ باب العلم
جامعۃ علی المرتضیٰ، لاہور

زیر طبع و زیر ترتیب تصانیف وشروح

الشمائل المحمدية

لِلإمامِ أبي عيسى محمد بن عيسى الترمذي

(۲۰۹ - ۲۷۹ھ)

ترجمة، تخريج، تحقيق، تشريح

قاري ظهور احمد فيضي

مكتبة باب العلم

جامعة علي المرتضىٰ، لاهور

(مطبوع)

اللّٰھُمَّ إِنَّھُم مِنِّي وَأَنَا مِنھُم

"اے اللہ! یہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں"

اہل بیت کرام کے ساتھ

"علیہ السلام"

کہنے/لکھنے کا مسئلہ

تالیف:

قاری ظہور احمد فیضی

مکتبۃ باب العلم
جامعۃ علی المرتضیٰ، لاہور

(مطبوع)

أنزل الناس منازلهم من الخير والشر

لوگوں کو خیر و شر میں ان کے مقام پر رکھو

الأحاديث الموضوعة في فضائل معاوية

تالیف

قاری ظہور احمد فیضی

ریسرچ سکالر: جامعہ اسلامیہ، لاہور

مکتبۃ باب العلم، لاہور۔ پاکستان

(مطبوع)

مسلم، پھر فرعونی حربے؟

تالیف:

قاری ظہور احمد فیضی

مکتبۃ باب العلم

جامعۃ علی المرتضیٰ، لاہور

(غیر مطبوع)

تفسیر:

غریبُ القرآن

الإمام الشهيد سيدنا زيد بن علي بن الحسين
بن علي بن أبي طالب عليهم السلام

متوفّٰی ۱۲۲ھ

مترجم:

قاریؔ ظہور احمد فیضیؔ

مکتبہ بابُ العِلم
لاہور

(غیر مطبوع)

صلح إمام حسن مجتبیٰ ؑ واہلیتِ معاویة

تالیف:

قاری ظہور احمد فیضی

مکتبة باب العلم
جامعة علی المرتضیٰ، لاہور

(غیر مطبوع)

زیر ترتیب

الصَّحَابَةُ وَالطُّلَقَاءُ

تالیف:

قاری ظہور احمد فیضی

مکتبۃ باب العلم
جامعۃ علی المرتضیٰ، لاہور

(غیر مطبوع)

زیر ترتیب

اَلْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ

تالیف:

قاري ظهور احمد فيضي

مکتبة باب العلم

جامعة علي المرتضى، لاهور

(غیر مطبوع)

زیر ترتیب

لَا تَسُبُّوْا أَصْحَابِيْ

(میرے صحابہ کو برا نہ کہو)

تالیف:

قاری ظہور احمد فیضی

مکتبۃ باب العلم
جامعۃ علی المرتضیٰ، لاہور

اہل کساء کا مقام، حقائق واوہام

مکتبۃ باب العلم

MAKTABA BAB UL ILAM

Publisher & Distributor

مکتبۃ باب العلم، لاہور۔ پاکستان

facebook.com/Maktaba-Babul-Ilm Tel: 0300 41 500 21, 0321 178888

maktbababulilm110lhr@gmail.com